26 جون تا 2 جولائی 2008ء/21 تا 27 جمادی الثانی 1429ھ

تندیٔ بادِ مخالف سے......!

اجتماع جمعہ کی حکمت

چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

وکلاء کا لانگ مارچ

اکیسویں صدی اور مسلمان خواتین

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور کا سالانہ اجتماع

اللہ نہ کرے!

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

ایڈیٹر کی ڈاک

سلامتی کی واحد راہ

اسلام کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادے اور اختیار کی جو آزادی انسان کو عطا فرمائی ہے، انسان اپنی مرضی اور خوشی کے ساتھ اپنی اس آزادی سے اللہ کے حق میں دستبردار ہو جائے اور جس طرح اس کا کُل جسمانی نظام اللہ کے قوانینِ طبیعی کی گرفت میں جکڑا ہوا ہے، اسی طرح اپنی آزادی اور اختیار کے دائرے میں بھی اللہ تعالیٰ کے ان احکام وہدایات کی پابندی قبول کرلے، جو بذریعہ وحی اسے ملے ہیں، کیونکہ اسی میں اس کی فلاح ہے۔

انسان لازمی طور پر کسی نہ کسی کی پیروی تو ضرور کرتا ہی ہے، یعنی اپنی قدیم ثقافت کی، اپنے رسم ورواج کی، اپنے آباؤ اجداد کی، اپنے نفس اور خواہشات کی، قدیم روایات یا جدید رجحانات کی، لیکن یہ سب پابندیاں انسانوں کی خود ساختہ ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کے بتائے ہوئے طریقِ کار کی پیروی قبول کر لیتا ہے اور اس طرح اپنی آزادی ختم کر لیتا ہے، مگر وہ یہ نہیں سوچتا کہ خود اس جیسے انسان کس طرح آپس کے باہمی تعلقات کے لیے یکساں، عادلانہ اور متوازن نظام مرتب کر سکتے ہیں؟ اس لیے کہ ان سب کے انفرادی، اجتماعی، قومی اور علاقائی مقاصد ومفادات بھی جدا جدا ہوتے ہیں اور نسل، جنس، ماحول اور آب وہوا کے فرق کے اعتبار سے جذبات ورجحانات بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اللہ نے وحی کے ذریعہ جو نظامِ زندگی انسان کے لیے تجویز فرمایا ہے، وہ ان تمام خامیوں اور کمزوریوں سے پاک وصاف اور بلند وبالاتر بھی ہے اور کُل نوعِ انسانی کے لیے یکساں محیط ومفید بھی۔ اس لیے تمام نظام ہائے زندگی کو چھوڑ کر صرف اللہ کی ہدایت واحکام کے مطابق زندگی گزارنا یا بالفاظ دیگر ''اسلامی نظام'' کو عملاً قبول کرنا ہی نوعِ انسانی کے لیے معاشرتی سکون اور اجتماعی سلامتی کے حصول کی واحد راہ ہے۔

محمد موسیٰ بھٹو

الھدیٰ (327)

سورۃ الانعام

(آیات:136-137)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۞ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۞﴾

''اور (یہ لوگ) اللہ ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں یعنی کھیتی اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کرتے ہیں۔ اور اپنے خیال (باطل) سے کہتے کہ یہ (حصہ) تو اللہ کا اور یہ ہمارے شریکوں (یعنی بتوں) کا۔ تو جو حصہ اُن کے شریکوں کا ہوتا ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں جاسکتا اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے وہ اُن کے شریکوں کی طرف جاسکتا ہے۔ یہ کیسا بُرا انصاف ہے۔ اسی طرح بہت سے مشرکوں کو اُن کے شریکوں نے اُن کے بچوں کو جان سے مار ڈالنا اچھا کر دکھایا ہے۔ تاکہ انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اور اُن کے دین کو اُن پر خلط ملط کر دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ تو اُن کو چھوڑ دو کہ وہ جانیں اور اُن کا جھوٹ''

چھوٹے چھوٹے خداؤں کو ماننے والے بھی ایک ہی بڑے اللہ کو مانتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں مہادیو تو ایک ہی ہے، البتہ دیوی دیوتا بے شمار ہیں۔ بڑے G سے لکھا جانے والا ''God'' تو ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ وہ Omnipotent ہے Omniscient ہے Omnipresent ہے۔ وہ قدیر ہے، علیم ہے، ہر جگہ موجود ہے۔ البتہ god اور godesses بے شمار ہیں۔ اہل عرب یہ تو مانتے تھے کہ اللہ ایک ہے، وہ کائنات کا خالق ہے، لیکن ان کا خیال تھا کہ دیوی، دیوتاؤں کا بھی کچھ دخل ہے۔ اللہ نے اپنے اختیارات میں سے کچھ حصہ ان کو سونپ رکھا ہے۔ لہٰذا ان کو خوش رکھنا چاہیے، ان کی خدمت کرنی چاہیے۔

عربوں کے ہاں دو ہی بڑے وسائلِ معیشت تھے، یعنی بھیڑ بکریاں پالنا اور کھیتی باڑی کرنا۔ انہی میں سے وہ کچھ اللہ کے نام پر دیتے تھے اور کچھ بتوں کے نام پر۔ انہوں نے کھیتی کی پیداوار میں سے ایک حصہ اور مویشیوں میں سے ایک حصہ اللہ کے لیے مختص کر رکھا تھا اور کچھ وہ بتوں کے نام پر بھی دیتے تھے۔ پھر وہ کہتے کہ یہ تو ہم نے اللہ کے نام پر نکال دیا اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے۔ ان شریکوں کے لیے بھی تو کچھ نذرانے ہونے چاہئیں، اس لیے کہ اگر کسی وقت کوئی وقت پیش آ گئی یا کوئی نقصان ہو گیا، تو یہ مدد کریں گے۔ مشرکین اللہ کے حصے میں سے تو کچھ کم بھی کر لیتے تھے مگر اپنے بتوں کے حصے میں سے کمی نہیں کرتے تھے، اس لیے کہ بت تو سامنے ہیں، اگر اُن کے حصے میں کمی کی تو فوراً ہماری شامت آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ پھر بھی ذرا دور ہے لہٰذا اللہ کا حصہ تو کم کیا جاسکتا تھا مگر بتوں کے حصے میں کمی نہیں کی جاسکتی تھی۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ہمارے ہاں ایک دیہاتی DC کو کیا جانے، وہ تو سب کچھ پٹواری کو ہی سمجھتا ہے کہ اس کے قلم میں اتنی طاقت ہے کہ ایک کی زمین کاٹ کر دوسرے کے نام کر سکتا ہے۔ فرمایا، بُرا ہے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں۔

عربوں کے ہاں بتوں کو کھانے اور نذرانے پیش کرنے کا رواج تو تھا ہی، وہ اُن کی خوشنودی کی خاطر اولاد کو بھی اُن کی بھینٹ چڑھا دیتے تھے جیسا کہ ہندوستان میں بعض مشرک اپنے بچوں کو بتوں کی نذر کر دیتے ہیں۔ فرمایا ان کے شرکاء نے بہت سے مشرکین کے لیے ان کی اولاد کا قتل کرنا مزین کر دیا تاکہ ان کے دین کو ان پر مشتبہ کر دیں۔ یعنی مشرکین یہ کام دین کے تحت نیکی سمجھ کر کر رہے تھے۔ اور اگر اللہ زبردستی کرتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے تھے۔ پس اے نبی ﷺ آپ ان کو چھوڑیں اور جو بھی وہ جھوٹ افترا باندھ رہے ہیں۔

فرمان نبوی ﷺ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

خوش نصیب کون

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ فَضَالَۃَ بْنِ عُبَیْدٍ الْاَنْصَارِیِّ ؓ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((طُوْبٰی لِمَنْ ھُدِیَ اِلَی الْاِسْلَامِ وَکَانَ عَیْشُہٗ کَفَافًا وَقَنَعَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو محمد فضالۃ بن عبید انصاری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''خوش نصیب ہے وہ جسے اسلام کی توفیق ملی اور اُسے بقدرِ ضرورت زندگی کا سامان حاصل ہے اور وہ اس پر مطمئن ہے۔''

تشریح: کسی انسان کی سب سے بڑی خوش نصیبی اس کا مسلمان ہونا اور نعمتِ اسلام سے بہرہ ور ہونا ہے کہ اس نعمت کے ساتھ دنیا اور آخرت کی کامیابیاں وابستہ ہیں۔ اس کے ذریعہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پہچانتا ہے...... اُسے حق اور باطل، خیر اور شر، حلال اور حرام، نیکی اور بدی میں تمیز پیدا ہوتی ہے اور پھر راہ صداقت پر چل کر کامیابی کی منزل پر پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر ان گنت انعامات میں سے یہ سب سے بڑا انعام ہے۔ دوسری چیز اس قدر روزی کو حاصل ہونا چاہیے، جو اُسے کفایت کرے، اور تیسری خوش نصیبی کی علامت یہ ہے کہ آدمی اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!

مسلمانانِ ہند کا روزِ اوّل سے مذہب سے جذباتی لگاؤ رہا ہے۔ دنیا کے کسی بھی حصہ میں مسلمانوں پر افتاد پڑے یا کسی مقدس ہستی کی شان میں گستاخی کی جائے، اِس کے خلاف بھرپور اور زوردار آواز برصغیر پاک و ہند سے ہی اٹھے گی۔ ''ترک نادان'' نے خلافت کی قبا چاک کی تو ہندوستان میں تحریک خلافت اِس زور سے برپا ہوئی کہ گاندھی جیسے مسلم دشمن کو بھی اِس کے حق میں آواز اٹھانا پڑی۔ فلسطینیوں کی جس جوش و جذبہ سے حمایت اِس خطہ سے کی گئی، اُن کی ایسی اخلاقی اور سفارتی تائید تو اہل عرب بھی نہ کر سکے۔ اسی مذہبی جذبہ نے جنون کی صورت اختیار کی اور مسلمانانِ ہند کو ''پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ'' بتایا گیا، تو ہندوؤں کی منظم اکثریت اور ہٹلر کی قوت کو پاش پاش کر دینے والی انگریزی فوج ''لے کے رہیں گے پاکستان'' کے نعرہ کے سامنے سیلاب میں تنکے کی طرح بہہ گئی۔ افسوس یہ جذبہ

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے   من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

کے مصداق مسلمانانِ ہند کی عملی زندگی میں کوئی انقلاب برپا نہ کر سکا۔ اکثریت کبھی پابندِ شریعت نظر نہ آئی۔ روزمرہ زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ اور رسول ﷺ کو حکم نہ بنایا گیا (اِلا ماشاء اللہ)۔ قرآن کو چوما چاٹا گیا، اُس کے تقدس پر جانیں نچھاور کی گئیں لیکن اُسے امام نہ بنایا گیا۔ بہرحال یہ جذبہ انتہائی قیمتی اور قابلِ قدر تھا۔ اگر اِسے دیانتداری اور خلوص سے مثبت رخ دینے کی سعی کی جاتی تو اِس خطے کے مسلمانوں کی تقدیر بدل جاتی، ہندوستان کی تاریخ بدل جاتی۔ لیکن بیوپاری قلم کاروں نے، دو رکعت کے اماموں نے اور مذہب کا کھیل کھیلنے والے کھلاڑیوں نے اِس جذبے کو ہمیشہ منفی انداز میں استعمال کیا، مذہبی منافرت پھیلانے اور مسلمان کو مسلمان کا دشمن بنانے کے لئے استعمال کیا۔ اِس گروہ کی تازہ ترین واردات یہ ہے کہ اُنہوں نے ARy پر ڈاکٹر اسرار احمد کے ایک نشری پروگرام کو عذر بنا کر ٹیلی فون پر جان سے مارنے کی دھمکیاں دیں، غلیظ گالیاں نکالیں۔ قرآن کے اِس خادم کے خلاف بازاروں میں بینر لگائے، جلوس نکالے، جلسے کیے، جن میں انتہائی اشتعال انگیز اور مغلظ زبان استعمال کی۔ ڈاکٹر صاحب تو بہرحال ایک عام مسلمان ہیں۔ اُنہوں نے سب کچھ صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ اِس پر اللہ رب العزت کے ہاں اُن کا اجر محفوظ ہے۔ اِس معاملہ میں ہمارے لیے ناقابل برداشت بات یہ ہے کہ فتنہ سازوں نے اِس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ کرامؓ پر تبرے بھیجے اور انتہائی غلیظ زبان استعمال کی، جسے یہاں نقل کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں۔

ہم اپنے قارئین کا یہ حق سمجھتے ہیں کہ اُنہیں اصل واقعہ سے آگاہ کیا جائے۔ یہ گیارہ سال پہلے 1997 کا واقعہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنا سلسلہ وار درسِ قرآن دے رہے تھے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 43 کا شان نزول بیان کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے ایک حدیث کا حوالہ دیا۔ یہ سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کی روایت ہے۔ اہل سنت کے اکثر مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اِس کا حوالہ دیا ہے۔ علامہ ناصر الدین البانی نے خوب چھان پھٹک کر اِس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ جبکہ مجموعہ ہائے تفاسیر میں دیگر کے علاوہ تفسیر طبری، قرطبی، ابن کثیر، زاد المسیر، الدر المنثور، روح المعانی، تفسیر خازن، الوسیط وغیرہ میں یہ حدیث مذکور ہے۔ عصرِ حاضر کی معروف تفاسیر میں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی بیان القرآن، مفتی محمد شفیعؒ کی معارف القرآن اور مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی تیسیر القرآن میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔ ہم یہ چند حوالے اِس لیے پیش کر رہے ہیں، تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ یہ حدیث محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی طبع زاد نہیں کہ اُنہیں اِس پر مطعون کیا جائے، خدا جانے یہ انتشار پسند مسلمان یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اِس الزام تراشی کی زد ڈاکٹر اسرار احمد پر نہیں پڑتی بلکہ اہل سنت کے علماء اور مفسرین

"تا خلافت کی بناء دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — 26 جون تا 2 جولائی 2008ء — 21 تا 27 جمادی الثانی 1429ھ — شمارہ 26

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

پر پڑتی ہے، زمانی لحاظ سے اُن کا تعلق چاہے سلف سے ہو یا خلف سے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی ذات پر کیچڑ اچھالنے والے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب شیعہ سنی مفاہمت کے علمبردار رہے ہیں۔ حضرت علی ؓ جو کمسن افراد میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے، جو خلیفہ راشد تھے، جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں تھا، وہ نہ صرف بدری صحابی تھے بلکہ کفار کے خلاف ہر محاذ پر صفِ اوّل میں نظر آتے تھے۔ میدان جنگ میں اپنوں سے ہی نہیں، دشمن سے بھی دادِ شجاعت حاصل کرتے تھے۔ علم و فلسفہ کے میدان میں بھی وہ کسی سے پیچھے نظر نہیں آتے۔ اُن کے اقوالِ زرّیں آج بھی مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ایسے جلیل القدر صحابی کی شان میں کون مسلمان ہوگا جو گستاخی کی جرأت کرے گا اور لطف کی بات یہ ہے کہ مذکورہ حدیث سے حضرت علی ؓ کی ذاتِ اقدس پر قطعی طور کوئی حرف نہیں آتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے دل و دماغ پر حضرت علیؓ کی عظمت و رفعت کس قدر چھائی ہوئی ہے، اِس کا اندازہ اُن کی ایک تقریر سے آسانی سے کیا جاسکتا ہے جسے بعدازاں کتابی شکل دی گئی، اس کا عنوان ہے: مثیلِ عیسیٰؑ، علیؓ مرتضیٰ۔ اِس کتاب کے صفحہ نمبر 43 پر محترم ڈاکٹر صاحب نے حضرت علیؓ کے حوالے سے اِن خیالات کا اظہار کیا ہے کہ ان کی رائے میں ’’شاہکارِ رسالت‘‘ کی اصطلاح اگر کسی صحابی پر راست آتی ہے تو وہ حضرت علیؓ ہیں۔ اس لیے کہ بالکل ابتدائی عمر سے ہی آپؓ کو حضور ﷺ کی تربیت میں پرورش پانے کا موقع ملا۔ پھر ایمان لانے کے بعد سے ہجرت تک اور ہجرت کے بعد حضرت فاطمہؓ سے نکاح تک آپ حضور ﷺ کے گھر میں ان کے ساتھ رہے۔ اِسی طرح صفحہ 46 پر حضرت علیؓ کی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خصوصی نسبت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’سیرت کا ایک اہم واقعہ ذہن میں تازہ کرلیا جائے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے نائب کی حیثیت سے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا، مگر یہ بات حضرت علیؓ کے مزاج سے بعید تھی کہ وہ شرکتِ جہاد سے محرومی کو گوارا کرلیں۔ پھر کچھ منافقین نے طعنہ زنی بھی کی۔ چنانچہ آپؓ نے رنجیدہ ہوکر شکوہ کے انداز میں حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں، دادِ شجاعت دیں اور میں عورتوں، بوڑھوں اور مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے مدینہ میں رہ جاؤں! حضرت سعدؓ بن ابی وقاص روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی اس شکوہ آمیز التجا پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ’’اے علی! میرے ساتھ تمہارا وہی مقام، مرتبہ اور تعلق ہے جو ہارون ؑ کا موسیٰ ؑ کے ساتھ تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے‘‘۔ (بخاری و مسلم) یعنی جس طرح حضرت موسیٰ ؑ کی عدم موجودگی میں ان کی نیابت حضرت ہارونؑ کرتے تھے، اسی طرح میرے نائب کی حیثیت سے تم مدینہ میں رہو۔ البتہ چونکہ ہارونؑ نبی بھی تھے، لہٰذا حضور ﷺ نے ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ نبوت کا دروازہ تو اب ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔‘‘

جن قلوب میں رتی بھر ایمان ہے وہ سوچیں کیا اِن خیالات کی حامل شخصیت حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی کا تصور بھی ذہن میں لاسکتی ہے۔ ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ بعض پست ذہنیت کے حامل نام نہاد لیڈر اپنا قد بڑھانے اور اپنی لیڈری چمکانے کے لیے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں، وہ لوگوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرکے اپنی دیہاڑیاں کھری کرتے ہیں۔

ہم یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم جہاں حضرت علیؓ اور اہلِ بیت کے خادم کہلوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، وہاں دیگر تمام صحابہ ؓ خصوصاً خلفائے ثلاثہ کی جوتیوں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانا اپنے لیے اعزاز سمجھتے ہیں۔ ہم امہات المومنینؓ میں سے ہر ایک کو اپنی حقیقی ماں سے کہیں زیادہ قابل عزت و احترام سمجھتے ہیں، خصوصاً حضرت عائشہ ؓ جن کی پاک دامنی کی گواہی اللہ رب العزت قرآن پاک میں دیتا ہے۔ وہ اہل ایمان کی محسنہ ہیں۔ بعض صغار صحابہؓ اور تابعین اُن سے دینی معاملات میں رہنمائی حاصل کرتے رہے۔ اِن مقدس ہستیوں پر تبرّا بازی کرنے والے بھی ہمارے نزدیک بدعقیدہ اور گمراہ لوگ ہیں۔ مسلمان ملک کی مسلمان حکومت کو اِن تبرّا بازوں کا سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ ہمارے نزدیک تمام صحابہؓ عدول ہیں۔ اُن سے اجتہادی خطا تو ہوسکتی ہے، اس لیے کہ معصومیت نبوت کے ساتھ ختم ہو گئی۔ حضرت علیؓ تو عظیم المرتبت صحابہ میں سے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ صحابی بھی قابلِ احترام ہے جسے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ کی صرف ایک جھلک دیکھنی نصیب ہوئی۔ ہمارے نزدیک کسی صحابی کی توہین بالواسطہ حضور ﷺ کی توہین ہے۔ لہٰذا ایمان کی سلامتی اس میں ہے کہ بلاامتیاز تمام صحابہؓ کی دل و جان سے عزت کی جائے۔

آخر میں ہم ڈاکٹر صاحب سے بھی گزارش کرتے ہیں کہ وہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھامے، اللہ سے حق گوئی کی توفیق طلب کرتے ہوئے کتاب اللہ کی خدمت جاری رکھیں۔ موت کا ایک دن معین ہے۔ گزشتہ صدی میں علامہ نے شاید آپ ہی جیسے لوگوں کے لیے یہ شعر کہا تھا۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

اجتماع جمعہ کی حکمت

سورۃ الجمعہ کی آیات کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے 20 جون 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الجمعہ کی آیت 9 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! ہر ہفتے جب جمعہ کا دن آتا ہے، تو لوگ جمعہ کے لیے گھروں اور دفاتر سے بھاگ دوڑ کر کے مسجد پہنچتے ہیں۔ جن کو موقع ملتا ہے نہا دھو کر، دھلے ہوئے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر آتے ہیں۔ جمعہ کا یہ نظام بہت محکم ہے۔ مسلمانوں کا یہ اجتماع ہر ہفتے ہوتا ہے، اس کے باوجود کے اِس کے لیے کوئی پبلسٹی نہیں ہوتی، بینرز اور پوسٹر نہیں لگائے جاتے، پھر بھی لوگ کھنچے چلے آتے ہیں۔ اگرچہ یہ ہماری روٹین بن گئی ہے، اور ہم اِس کی پابندی کرتے ہیں، لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ نظام جمعہ کی اصل حکمت اور غرض وغایت ہمارے ذہنوں سے اوجھل ہے۔ ہم مسلمانوں کی اکثریت اس بات سے بے خبر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ نظام ہمیں کیوں عطا فرمایا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم جمعہ کے لیے آتے ہیں تو آخر وقت آتے ہیں، جب اردو تقریر ختم ہو جاتی ہے اور عربی خطبہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہم خطیب صاحب کی تقریر سننے کا ذہن لے کر نہیں آتے۔ لہٰذا تربیت اور ذہن سازی کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

سورۃ الجمعہ کے دوسرے رکوع میں احکام جمعہ کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾

”مومنو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد کے لیے جلدی کرو اور (خرید و) فروخت ترک کر دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔“

یہاں جمعہ کے دن اذان سے مراد کوئی بھی اذان نہیں بلکہ جمعہ کی اذان مراد ہے۔ جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ فرمایا، جب نماز جمعہ کے لئے تمہیں پکارا جائے تو فوراً اللہ کے ذکر کی طرف لپکو۔ ذکر اللہ کیا ہے؟ دیکھئے، جمعہ کی نماز (دو فرض رکعات) ظہر کے قائم مقام ہے۔ البتہ نماز ظہر پر یہاں جو چیز اضافی ہے، اور جو اسے ممتاز حیثیت دیتی ہے، وہ خطبہ جمعہ ہے۔ اسی کو یہاں ذکر اللہ کہا گیا ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ اذان ہو جائے تو اپنے کاروبار چھوڑ دو۔ ’بیع‘ کے معنی فروخت کے ہیں، لیکن ائمہ کا اس پر اتفاق ہے یہاں ”وذروا البیع“ سے مراد ہر قسم کا کاروبار ترک کر دینا ہے۔ اس میں علماء نے ایک اور حکمت بھی بیان کی ہے، وہ یہ کہ جمعہ چھوٹے گاؤں، قصبہ یا صحرا میں نہیں ہوتا، بلکہ ایسی بڑی آبادی میں ہوتا ہے، جہاں بازار بھی موجود ہو، اور وہ آبادی کم از کم چالیس گھروں پر مشتمل ہو۔ بہرکیف جمعہ کی اذان کے بعد آدمی ہر قسم کی مصروفیات کو ترک کر دے اور سیدھا مسجد کا رخ کرے۔ آیت کے آخری حصے میں واضح فرما دیا کہ اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

> **جمعہ کا اجتماع دراصل مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا ہفتہ وار پروگرام ہے، جو نبی اکرم ﷺ نے اس امت کو عطا فرمایا**

جمعہ کی اس قدر تاکید کیوں کی گئی ہے؟ اس کا مقصد کیا ہے؟ اجتماع جمعہ کی غرض وغایت اور حکمت درحقیقت ذہن سازی اور تربیت ہے۔ اس مقصد کی جانب رہنمائی اسی سورت (الجمعہ) کے پہلے رکوع میں کی گئی ہے، جہاں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝﴾

”وہی تو ہے جس نے امیّن میں اُنہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو اُن کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور اُن کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور اِس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔“

نبی اکرم ﷺ کو امیّن میں سے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ ”امیّن“ سے مراد بنی اسمٰعیل کی وہ شاخ ہے جسے مکہ کی سنگلاخ اور چٹیل سرزمین میں آباد کیا گیا۔ اس شاخ میں اڑھائی ہزار سال تک کوئی نبی نہیں آیا، اور اس کے بعد آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ امیّن اگرچہ اپنی قادر الکلامی، فصاحت و بلاغت اور شعر و ادب میں مشہور تھے مگر مروجہ معنی میں پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔

آیت کے اگلے حصے میں آپؐ کے فرائض چہارگانہ کا ذکر ہے، جن کے ذریعے آپؐ نے وہ حزب اللہ تیار کی جس کی ضرب سے نظام باطل جڑ سے اکھڑ گیا اور دین حق بالفعل قائم ہو گیا اور ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جو عدل و انصاف، امن و امان اور ہمدردی و غمگساری میں اپنی مثال آپ تھا۔ یہ فرائض ہیں: تلاوت آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت۔ آپؐ کے ان چار کاموں کا ذکر قرآن حکیم میں تین اور مقامات پر بھی آیا ہے۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (البقرہ)

”اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔“

اسی سورۃ کی آیت 151 میں ارشاد ہوا:

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾

”جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب (یعنی قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے۔“

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (آل عمران)

”اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں اُن ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔“

تلاوت آیات کے ذریعے آپؐ نے لوگوں کو پیغامِ قرآنی سے روشناس کرایا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگو تمہارا خالق و مالک ایک اللہ ہے، اس نے تمہیں ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کیا ہے، اور وہ مقصد بندگی ہے۔ دنیا کی زندگی عارضی اور ناپائیدار ہے۔ یہاں تمہیں امتحان کے لئے بھیجا گیا ہے، تاکہ اللہ دیکھے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال انجام دیتا اور شاہراہ بندگی اختیار کرتا ہے، اور کون ہے جو سرکشی و نافرمانی کی شیطانی راہ پر چلتا ہے۔ تمہیں دنیا کی زندگی پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئے۔ تمہارا مطمع نظر اللہ تعالیٰ کی رضا اور اخروی فوز و فلاح ہو، جو اصل کامیابی ہے۔ اس مقصد کی خاطر تم اپنا سب کچھ حتیٰ کہ جان تک نچھاور کر دو۔

تلاوت آیات کے نتیجے میں صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت میں انقلاب آ گیا۔ ان کی سوچ بدل گئی۔ اخلاق بدل گیا۔ نقطہ نظر بدل گیا۔ پہلے انہیں یہ زندگی عزیز تھی، زندگی کی حقیقت سمجھ آ جانے کے بعد حق کی خاطر موت انہیں عزیز تر ہو گئی۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی

ذرا غور کیجئے، ایک سوچ وہ تھی، اور ایک آج کی مادہ پرستانہ سوچ ہے جو پوری دنیا پر حاوی ہے، ع بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ یعنی یہ زندگی جو ہمیں ملی ہے بار بار نہیں ملے گی، لہٰذا اسے خوب انجوائے کرو، اپنی دنیا بنانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں لگا دو، آخرت کی کسے خبر ہے، اگر ہو گئی تو دیکھی جائے گی۔

اب تو آرام سے گزر جاتی ہے
آخرت کی خبر خدا جانے

دوسرا کام جو آپؐ نے کیا، وہ لوگوں کا تزکیہ تھا۔ انسان کے اندر کچھ ایسی طبعی کمزوریاں ہیں جو اسے پستی کی طرف لے جانے والی ہیں۔ مثلاً اس کے اندر غصہ و انتقام ہے، نمود و نمائش ہے، جنسی جذبہ ہے، تکبر و گھمنڈ ہے۔ اگر ان چیزوں کو کنٹرول نہ کیا جائے تو انسان مقامِ انسانیت سے گر کر حیوان بن جاتا ہے، درندے کا روپ دھار لیتا ہے۔ آج جو ظلم اور ”سربریت“ بش اور اس کے

پریس ریلیز — 20 جون 2008ء

اس وقت ہماری قیادت اور پوری قوم کا اصل امتحان یہ ہے کہ وہ چیف جسٹس چوہدری افتخار کی طرح امریکی ڈکٹیشن کے سامنے ڈٹ جائے

حافظ عاکف سعید

امریکہ ایٹمی ہتھیاروں کو 'انتہا پسندوں' سے بچانے کے بہانے ہمارے ایٹمی اثاثوں تک رسائی چاہتا ہے

وکلاء کا لانگ مارچ پُر امن اور منظم اجتماع کی حیثیت سے کامیاب رہا۔ پوری دنیا کو یہ پیغام ملا کہ اس قوم میں ابھی جان باقی ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطابِ جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت قیادت اور پوری قوم کا اصل امتحان یہ ہے کہ وہ چیف جسٹس چوہدری افتخار کی طرح امریکی ڈکٹیشن کے سامنے ڈٹ جائے۔ امریکہ ہمیں مسلسل یہ پیغام دے رہا ہے کہ ہمارے پاس اس کے سرمنے سر جھکانے کے سوا کوئی چارہ نہیں وہ ہمیں غلام اور محکوم بنانے پر تلا ہوا ہے۔ وہ ملک میں سیاسی افراتفری کا خواہاں ہے تاکہ 'انتہا پسندوں' سے بچانے کے بہانے ہمارے ایٹمی اثاثوں تک رسائی حاصل کر سکے۔ دوسری طرف موجودہ مرکزی حکومت کا حال بھی یہ ہے کہ وہ امریکی ایجنڈے کے سامنے سرنگوں نظر آتی ہے۔ حالانکہ اللہ کا ہم پر یہ احسان ہے کہ اُس نے ہمیں ایٹمی صلاحیت سے بھی نوازا ہے۔ مزید یہ کہ چین جیسی ایک بڑی قوت کو اس نے ہماری پشت پر کھڑا کیا ہے۔ لیکن ہم اتنے کم ہمت ہیں کہ امریکہ کے ناپاک عزائم کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہی ہمارا اس وقت سب سے بڑا امتحان ہے۔ جس میں کامیابی کے لیے اللہ پر یقین اور توکل ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم اگر اللہ کی وفاداری اختیار کریں تو اللہ کی مدد و نصرت کے ذریعے اپنے تمام مسائل سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

جنونی نیوکون ٹولے نے اسلامی دنیا میں برپا کر رکھی ہے، اسے دیکھ کر وہ کون سا منصف مزاج انسان ہے جو یہ کہے کہ بش اینڈ کمپنی سے بھی زیادہ خطرناک بھیڑیے دنیا میں موجود ہیں۔ بہرحال انسان کے اندر منفی قوتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے تزکیہ ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کا تزکیہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک بالکل نیا انسان وجود میں آیا، قدسی صفت صحابہؓ کی جماعت وجود میں آئی جو ظاہری اور باطنی پاکیزگی کا مرقع تھی۔

تیسرا کام جو آپؐ نے کیا وہ تعلیم کتاب ہے۔ آپؐ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنا پیغام نوع انسانی تک بھیجا بلکہ آپؐ کو معلم بنا کر بھیجا گیا۔ کتاب اللہ کا پڑھانا، اس کا مفہوم سکھانا اور اس کی تشریح و توضیح کرنا بھی آپؐ کی ذمہ داری تھی۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو قرآن حکیم کی تعلیم دی، اور ان تعلیمات کی وضاحت فرمائی۔

آپؐ کا چوتھا کام تعلیم حکمت تھا۔ حکمت کیا ہے؟ یہ دراصل علم اور فہم کی بلند ترین سطح ہے۔ آپؐ نے اپنی امت کو بتا دیا کہ احکام شریعت کی اصل غرض وغایت اور حکمت کیا ہے۔ نمازیں فرض کی گئی ہیں تو اس میں کیا حکمت ہے۔ روزہ کی فرضیت اور سود کی حرمت میں کیا حکمت ہے۔ اور سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ کائنات کے اصل حقائق کیا ہیں۔ زندگی کی حقیقت کیا ہے۔ آپؐ نے ان تمام چیزوں کو واضح فرمایا۔

امت مسلمہ کوئی ایسا گروہ نہیں جو قومیت کے مغربی تصور کے مطابق ایک قوم ہو، اسی طرح یہ کوئی نسلی تحریک بھی نہیں، بلکہ یہ ایک آئیڈیالوجیکل گروپ ہے۔ زمین میں بسنے والے وہ تمام افراد اس امت میں شامل ہیں جو اس کے اساسی نظریہ پر ایمان رکھتے ہوں، جو اللہ کی توحید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتے ہوں، خواہ ان کا تعلق چین سے ہو یا ماچین سے، وہ افریقی، ایشیائی، عربی ہوں یا عجمی۔ ان کا رنگ گورا ہو یا کالا اور گندمی۔ خواہ ان کا تعلق دنیا کی کسی بھی نسل سے ہو اور وہ کوئی بھی زبان بولتے ہوں۔ یہ امت اُس وقت مضبوط متحدہ قوت بنے گی جب اس آئیڈیالوجی کو مضبوط کیا جائے گا، اور امت قرآن کے ساتھ اپنا ٹوٹا رشتہ دوبارہ استوار کرے گی۔

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے، تو مصطفوی ہے

اور

ہر دور میں جو چیز محافظ ہے ہماری
قرآن ہے، قرآن ہے، قرآن ہے، قرآن

جمعہ کا اجتماع دراصل مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا ہفتہ وار پروگرام ہے، جو نبی اکرم ﷺ نے اس امت کو عطا فرمایا۔ جمعہ کے دن مسلمان پورے اہتمام کے ساتھ کچھ وقت نکال کر مسجد میں اکٹھے ہوں۔ کوئی صاحب علم ان کے سامنے قرآنی تعلیمات بیان کرے، ان کی دینی ذمہ داریاں یاد دلائے، اسلامی زندگی کے خدو خال واضح کرے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہی مبارک طریقہ تھا۔ آپؐ دو خطبے ارشاد فرماتے اور ان کے درمیان کچھ دیر بیٹھتے تھے۔ آپؐ کے موضوعات کیا ہوتے؟ "کان یقرء القران ویذکر الناس" آپؐ قرآن پڑھتے، اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے۔ اس لیے کہ یہی قرآن ہے جو منبع ایمان اور سرچشمہ یقین ہے۔ ایمان جو سب سے بڑی قوت ہے اسی سے حاصل ہو گا۔ اسی سے من کی دنیا روشن ہوگی۔ سورۃ الحدید میں فرمایا:

"وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح (المطالب) آیتیں نازل کرتا ہے تا کہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ اور بے شک اللہ تم پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔" (آیت:9)

جمعہ کے پروگرام کی غرض وغایت یہ ہے کہ اس میں قرآن کی تعلیم ہو، جس سے لوگوں کو دین کا فہم حاصل ہو، اپنے نظریے کے ساتھ پختگی پیدا ہو، مسلمان ایک زندہ امت کی حیثیت سے دنیا میں جئیں، اور پورے شعور وادراک کے ساتھ اس مشن کو لے کر آگے بڑھیں جس کی خاطر یہ امت تشکیل دی گئی ہے یعنی نوع انسانی پر دین حق کی شہادت و گواہی۔ جمعہ کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ خصوصی اہتمام اور تیاری کے ساتھ پہلی ساعت میں مسجد پہنچیں۔ جو آدمی جتنا جلدی مسجد آئے گا، اسے اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔ پھر یہ کہ لوگ غسل کر کے، مسواک کر کے اور خوشبو لگا کر آئیں، تا کہ روحانی ہی نہیں ظاہری حوالے سے بھی ماحول صاف ستھرا ہو۔ اور جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کو غور سے سنیں، آپس میں باتیں نہ کریں۔ اگر دو شخص باتیں کر رہے ہوں تو اس بنا پر انہیں بھی نہ روکیں کہ اس سے اور زیادہ disturbance ہوگی۔

ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ مسلمانوں کے لئے قرآن مجید کی تعلیم کا ہفتہ وار پروگرام ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ امت جو قرآن سے دور ہو چکی ہے، اور نتیجتاً زبوں حالی کا شکار ہے، اُسے قرآن سے قریب لایا جائے، اور جمعہ کی اصل حکمت اور غرض وغایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، اُسے قرآنی تعلیم کا ذریعہ بنایا جائے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں دین حق کی روشن تعلیمات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

آج جو ظلم اور "سربریت" بش اور اس کے نیوکون جنونی ٹولے نے اسلامی دنیا میں برپا کر رکھی ہے، اسے دیکھ کر وہ کون سا منصف مزاج انسان ہے جو یہ کہے کہ بش اینڈ کمپنی سے بھی زیادہ خطرناک بھیڑیے دنیا میں موجود ہیں

شیطان اور فرعون

ایک روز ابلیس نے فرعون کے پاس جا کر دریافت کیا کہ کیا تُو مجھے جانتا ہے؟ تو فرعون نے کہا: ہاں، جانتا ہوں۔ تو شیطان کہنے لگا کہ اے فرعون: تُو ایک خصلت میں مجھ سے بھی فوقیت رکھتا ہے۔ فرعون نے معلوم کیا آخر وہ کون سی خصلت ہے؟ تو ابلیس کہنے لگا کہ تُو نے خدائی کا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ پر جرأت کی ہے۔ حالانکہ میں عمر میں تجھ سے بڑا، علم میں تجھ سے زیادہ اور قوت میں تجھ سے بڑھا ہوا ہوں، لیکن اس کے باوجود اس کی جرأت میں بھی نہ کر سکا اور میں نے تیری طرح خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔

شیطان کی یہ گفتگو سن کر فرعون کہنے لگا کہ تُو نے سچ کہا۔ یہ واقعی میری جرأت بے جا ہے، جس سے میں اب توبہ کرتا ہوں مگر ابلیس تو پھر ابلیس ہی تھا، فوراً کہنے لگا ٹھہر ٹھہر، ابھی اس سے توبہ نہ کر، کیونکہ اہل مصر تیری خدائی کو تسلیم کر چکے ہیں۔ اب اگر تُو توبہ کرے گا تو لوگ تیرے خلاف ہو کر تیرا ملک چھین لیں گے اور یہ سلطنت تیرے ہاتھ سے جاتی رہے گی اور تو ذلیل وخوار ہو جائے گا۔ فرعون کی سمجھ میں آ گیا اور سلطنت کے لالچ نے اس کو توبہ سے روک دیا۔ اس نے ابلیس سے دریافت کیا، اچھا یہ تو بتا، تُو تمام رُوئے زمین پر مجھ سے زیادہ بدتر بھی کسی کو جانتا ہے؟ ابلیس نے جواب دیا: ہاں تجھ سے اور مجھ سے زیادہ (یعنی ہم دونوں سے) بدتر وہ شخص ہے جس سے معذرت اور عذر خواہی کی جائے اور وہ اس کو قبول نہ کرے۔

بس یہ کہہ کر ابلیس وہاں سے چلتا بنا اور فرعون کو اس کی فرعونیت پر اور زیادہ پختہ کر دیا۔

(حکایتوں کا گلدستہ: حافظ سعید احمد دہلویؒ)

چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی!

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ
بانی تنظیم اسلامی

معزول چیف جسٹس افتخار محمد چودھری اور دیگر ججز کی بحالی کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے اور حکومت وقت کو اس مسئلے کی سنگینی سے آگاہ کرنے کے لیے وکلاء برادری کی طرف سے کیے گئے پاکستانی تاریخ کے عظیم الشان لانگ مارچ کے حوالے سے متضاد آراء سامنے آ رہی ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ججز کی بحالی کی تحریک نے اس لانگ مارچ کے ذریعے اپنے مقاصد حاصل کر لیے اور یہ لانگ مارچ غیر معمولی طور پر کامیاب رہا اور اس لانگ مارچ نے واشنگٹن اور مشرف کو مضبوط پیغام دیا ہے۔ جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ اس تحریک کے روح رواں چودھری اعتزاز احسن نے اسلام آباد میں دھرنا نہ دینے کا فیصلہ کر کے وکلاء تحریک اور وکلاء برادری کی طرف سے دی گئی قربانیوں کو ضائع کیا ہے، دھرنا نہ دینے کا قطعی کوئی جواز نہیں تھا اور لانگ مارچ کو ختم کر کے سنگین غلطی کا ارتکاب کیا گیا جس سے عوام میں مایوسی پھیلی، اور اس طرح یہ تحریک ناکام ہو گئی ہے۔

قارئین! یہ لانگ مارچ کامیاب رہا یا ناکام تاریخ اس کا فیصلہ کرے گی۔ آیئے، ہم اس لانگ مارچ کے چند مثبت پہلوؤں پر غور وفکر کرتے ہیں۔ اس لانگ مارچ کا سب سے مثبت پہلو یہ تھا کہ یہ مارچ انتہائی منظم اور مکمل طور پر پُرامن مارچ تھا۔ دوسرا یہ کہ لانگ مارچ کے اکابرین نے اپنی ترجیحات و مقاصد میں ذرہ برابر بھی لچک نہیں دکھائی اور کسی مائنس ون یا مائنس تھری فارمولے پر سودے بازی نہیں کی، اور تیسرا یہ کہ وکلاء برادری نے جس انداز میں سیاسی کارکنوں، سول سوسائٹی اور میڈیا کو اپنی تحریک کا ہمنوا بنایا اور پُرامن عوامی احتجاج کے لیے لاکھوں لوگوں کو متحرک کر کے سڑکوں پر لائے، ان کی یہ جدوجہد قابل تحسین ہی نہیں قابل رشک بھی ہے، جس کی مثال ماضی قریب میں کہیں نہیں ملتی۔ اسی طرح مسلم لیگ ''ن'' کے قائد میاں نواز شریف کی اس لانگ مارچ میں شمولیت اور ججز کی بحالی کی خاطر وفاقی وزارتیں چھوڑ دینا بلاشبہ عظیم کارنامہ ہے۔

ہم نے ہمیشہ جنرل (ر) مشرف کے 3 نومبر کے غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی اقدام کے خلاف اور چیف جسٹس افتخار محمد چودھری اور دیگر جج حضرات کی بحالی کے ضمن میں وکلاء برادری کی پچھلے ایک سال سے جاری عظیم جدوجہد کی بھرپور تائید کی ہے۔ وکلاء برادری کی یہ تحریک آزاد اور غیر جانبدار عدلیہ، پاکستان کی بقا اور خودمختاری کے حوالے سے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

لہٰذا ہماری گزارش وکلاء کی قیادت سے یہ ہے کہ وہ اپنی اس مہم اور جدوجہد کو پورے جوش وخروش اور مکمل نظم وضبط کے ساتھ جاری رکھیں۔ تاکہ ایک جانب آزاد عدلیہ کے ذریعے عام لوگوں کو عدل وانصاف مل سکے اور دوسری جانب آئندہ کوئی طالع آزما جرنیل دستور پاکستان کی دھجیاں بکھیر کر اقتدار پر قابض ہونے کی جرأت نہ کر سکے۔ تاہم پاکستانی تاریخ کے اس نازک موڑ پر ہمیں رک کر یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ کیا اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والی اس نظریاتی مملکت کی حقیقی بقا واستحکام کا دارومدار صرف پاکستان میں عدلیہ کی آزادی اور معزول ججوں کی بحالی میں ہے یا اس ملک میں دین اسلام کے قیام اور شریعت کے نفاذ میں ہے۔ میں اپنی وکلاء برادری سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی اس عظیم جدوجہد کے مقصد کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ تحریک اس وقت تک جاری رکھیں جب تک عدلیہ کی آزادی اور اس کے وقار کی بحالی کے ساتھ ساتھ پاکستان میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ونافذ نہ ہو جائے کیونکہ پاکستان کے مجبور اور مظلوم عوام کی حقیقی دادرسی اور معاونت صرف اسی صورت ممکن ہے کہ ہماری عدلیہ ہر قسم کے حکومتی دباؤ اور نظریہ ضرورت سے آزاد ہو کر صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کے عطاء کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کرے۔ اس میں ہماری دنیا و آخرت کی فلاح مضمر ہے۔ اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو کہیں ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی زد میں نہ آ جائیں۔ ارشاد ربانی: ''جو لوگ اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے پس وہی تو کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔'' (المائدہ، آیت: 44،45،47)۔ میں وکلاء برادری سے ایک مرتبہ پھر درخواست کروں گا کہ ''چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی'' کے مصداق اپنی اس عظیم جدوجہد کو ملک میں اسلامی نظام کے قیام تک جاری وساری رکھیں۔

پاکستان کے مظلوم اور مجبور عوام کی حقیقی دادرسی اُسی صورت ممکن ہے جب عدلیہ کی آزادی اور اس کے وقار کی بحالی کے ساتھ ساتھ پاکستان میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم ونافذ ہو جائے

ضرورت حافظ وقاری برائے جامع مسجد

صوفی گروپ کو اپنی ایک فیکٹری واقع 18 کلومیٹر لاہور، شیخوپورہ روڈ میں نئی تعمیر شدہ جامع مسجد میں نماز پڑھانے اور بچوں کو قرآن مجید اور دیگر علوم کی تعلیم دینے کے لیے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو حافظ قرآن ہونے کے ساتھ تجوید وقرأت کے بنیادی اصولوں سے واقفیت رکھتا ہو اور دنیاوی تعلیم ترجیحاً بی اے ہو۔ تنظیم اسلامی سے وابستہ شخص کو ترجیح دی جائے گی۔ تنخواہ کا تعین انٹرویو کے موقع پر کیا جائے گا۔ فون پر وقت طے کر کے انٹرویو کے لیے تشریف لائیں۔

برائے رابطہ: عبدالرزاق ایڈمن منیجر
فون: 03444-4294204

وکلاء کا لانگ مارچ

جزوی تبدیلیوں کو مطمح نظر بنانے کی بجائے
فرسودہ ظالمانہ نظام کی تبدیلی کو ہدف بنایا جائے

محمد سمیع

ملک کے مشہور دینی دانشور ڈاکٹر اسرار احمد جب اسوۂ رسول ﷺ کے انقلابی گوشے سے اسلامی احیائی تحریکوں کے لئے طریقہ کار اخذ کرتے ہیں تو اسلامی انقلاب کے برپا ہونے تک وہ مندرجہ ذیل مراحل کا ذکر کرتے ہیں:

(1) نظریہ توحید کی دعوت واشاعت
(2) دعوت کو قبول کرنے والوں کو منظم کرنا
(3) ان کی تربیت
(4) دعوت کے نتیجے میں معاشرے کے ردعمل پر صبر کی تلقین اور جوابی کاروائی سے گریز
(5) باطل نظام کے خلاف اقدام
(6) اس کے نتیجے میں مسلح تصادم

ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ پہلے پانچ مرحلوں سے تو آج کی احیائی تحریکیں بالکل اسوۂ حسنہ ﷺ کی روشنی میں گزریں گی، البتہ آج باطل نظام سے مسلح تصادم کا امکان بہت کم ہے۔ اس کے لئے ہمیں اجتہاد کی راہ اختیار کرنا پڑے گی۔ اس کی وجوہات کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں دو متحارب گروہوں کے پاس ہتھیاروں کی نوعیت کم وبیش ایک ہی ہوتی تھی یعنی تیر، تلوار وغیرہ۔ فرق اگر ہوتا تھا تو نسبت وتناسب کا ہوتا تھا۔ یہی معاملہ صف آراء جنگجوؤں کا تھا۔ دونوں جانب جنگجو رضا کارانہ لڑتے تھے۔ اگر فرق تھا تو صرف تعداد کا تھا، مثلاً غزوۂ بدر کے موقع پر اگر ایک طرف 313 صحابہ کرامؓ تھے تو دوسری جانب ایک ہزار کفار ومشرکین تھے۔

آج معاملہ مختلف ہے۔ آج ایک جانب عوام نہتے ہیں تو دوسری جانب حکومتوں کے پاس جدید ترین اور حساس اسلحوں کا انبار ہے۔ ایک طرف باقاعدہ تنخواہ دار فوج اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے ہیں تو دوسری طرف رضا کار عوام۔ لہٰذا آج احیائی تحریکیں حکومتوں سے مسلح تصادم مول لینے کی پوزیشن میں نہیں۔ نفاذ شریعت محمدی ﷺ کو ہمارے ہاں جس طرح بزور قوت کچل دیا گیا، وہ تو ماضی قریب کی ایک مثال ہے۔

مسلح تصادم کے متبادل کو ڈاکٹر صاحب غیر مسلح بغاوت کا نام دیتے ہیں۔ ان کے مطابق جدید دنیا میں اپنے مطالبات کو پرامن احتجاج، دھرنوں اور گھیراؤ کے ذریعہ منوایا جاتا ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسا کرنے والے پوری طرح تربیت یافتہ ہوں اور اپنے مقصد سے اس قدر سچی وابستگی رکھتے ہوں کہ اس کے لئے اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہوں۔ مثلاً سودی نظام غیر شرعی ہے۔ اس کے لئے بینکوں کا گھیراؤ ہوسکتا ہے اور یہ گھیراؤ اور دھرنا اس وقت تک جاری رکھنے کا عزم ہو جب تک سودی نظام ختم نہیں ہوجاتا۔ انقلاب کے لیے اٹھنے والے کارکنان یہ طے کرلیں کہ وہ اپنے جانیں دے دیں گے لیکن گھیراؤ یا دھرنا ختم نہیں کریں گے جب تک ان کا مطالبہ مان نہیں لیا جاتا۔ لیکن انہیں ہر حال میں پرامن رہنا ہوگا۔ اس احتجاجی تحریک کے دو ہی نتیجے نکل سکتے ہیں۔ اگر تو تحریک مضبوط اور مؤثر ہو اور اس کے پاس فدائین کی اتنی تعداد موجود ہو جو اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہوں تو ایک امکان یہ ہے کہ وہ حکومت پر دباؤ ڈالنے میں کامیاب ہوجائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حکومتی طاقت سے اسے کچل کر رکھ دیا جائے۔ دونوں صورتوں میں قرآنی اصطلاح میں وہ "حسنیین" کے مستحق ہوں گے۔ یا تو فدائین کامیاب ہوں گے تو غازیوں میں شامل ہوجائیں گے یا پھر جام شہادت نوش کرکے شہیدوں میں شامل ہوجائیں گے۔ بقول شاعر

یہ بازی عشق کی بازی ہے، جو چاہو لگادو، ڈر کس کا
گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

آیئے، اس تناظر میں وکلاء کے لانگ مارچ کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا مقصد بہت اعلیٰ ہے۔ ایک ایسے معاشرے میں جہاں ظلم کا دور دورہ ہو، عدل کی ضمانت کے لئے تحریک چلانا قابل ستائش ہے۔ ان کا یہ مطالبہ بھی پوری قوم کی آواز ہے کہ معزول شدہ ججوں کو بحال کیا جائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر جج بحال بھی کردیئے جائیں تو جاری نظام عدل میں جوہری طور پر کوئی انقلاب برپا ہوسکتا ہے؟ جہاں ایک آمر کے اشارے پر پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے جج حضرات موجود ہوں، وہاں اس کی توقع رکھنا کہ نظام عدل میں کوئی انقلابی تبدیلی برپا ہوجائے گی، جنت الحمقاء میں رہنے کے مترادف ہے۔ عدالتوں کا حال تو یہ ہے کہ ایک پیشکار سے لے کر جج تک کے دامن کرپشن سے پاک نہیں، ایسے میں عدل کا تصور محال ہے۔ چلیں، ہم تھوڑی دیر کے لئے اس مقصد کو تسلیم کئے لیتے ہیں۔ لیکن جہاں غیر ملکی قوتوں کے اشارے پر منتخب حکمران معزول ججوں کی بحالی سے گریزاں ہوں، وہاں اس لانگ مارچ کی کامیابی کا کیا سوال ہے۔ ویسے بھی وکلاء رہنماؤں نے اس کا عندیہ نہیں دیا تھا کہ وہ اس وقت تک پارلیمنٹ کے سامنے بیٹھے رہیں گے جب تک معزول ججوں کو بحال نہیں کیا جاتا اور نہ ایسے دھرنے کو جس میں وکلاء کے ساتھ ساتھ سیاسی کارکنان بھی موجود ہوں، کسی طرح طول دیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا دھرنے کا کہا ہی نہیں گیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ لانگ مارچ ایک عوامی دباؤ کا اظہار تھا جو ہوگیا۔ لیکن ہمارے حکمران امریکی دباؤ کی موجودگی میں کسی اور دباؤ کو کیسے قبول کرسکتے ہیں؟ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک عوامی تحریک برپا کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے جس قسم کی قیادت درکار ہے، کاش کہ وہ ہمارے ہاں ہوتی۔ عوام نے اب تک اگر وکلاء تحریک کا ساتھ دیا ہے تو اس کا سارا کریڈٹ چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو جاتا ہے۔ جنہوں نے کسی دباؤ میں آئے بغیر عوامی مفاد میں فیصلے دیئے حتیٰ کہ ایک آمر کے سامنے حرف انکار کہنے کا شرف حاصل کیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے عوام کا سیاسی جماعتوں پر اعتماد اٹھ چکا ہے۔ ویسے یہ اعتماد تو 1977ء میں ہی اٹھ گیا تھا جب نظام مصطفیٰ ﷺ کے نام سے تحریک چلانے والے سیاستدان ایک آمر کی کابینہ میں شامل ہوکر اس کے دست وبازو بن گئے تھے۔ 18 فروری کو عوام کے دیئے گئے مینڈیٹ کے برخلاف سیاستدانوں کے حالیہ رویہ نے تو اسے انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ ہم اگر جزوی تبدیلیوں کے چکر میں پڑے رہے تو اس سے کوئی مثبت اور دیرپا نتیجہ برآمد ہونا ممکن نہیں۔ اس کی صرف ایک صورت ہے کہ جاری نظام کو جڑ سے اکھاڑنے اور اس کی جگہ اسلام کے نظام عدل اجتماعی

کے قیام کے لئے منظم جدوجہد کی جائے۔ اس بارے میں سورۃ الحدید کی یہ آیت قابل غور ہے جس میں فرمایا گیا ہے:

(ترجمہ) ''ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب اور میزان (شریعت) نازل کی، تاکہ وہ لوگوں کو عدل وقسط پر قائم کرسکیں اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں جنگ کی صلاحیت ہے اور لوگوں کے لئے اس میں دیگر منافع بھی ہیں''۔

اس آیت سے یہ بات بالکل واضح طور پر سامنے آرہی ہے کہ کسی بھی جاری نظام کے مراعات یافتہ طبقات اس نظام کو ختم کرنے کی کوششوں کے سامنے دیوار بن کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہی کی بیخ کنی کے لئے لوہا نازل فرمایا۔ گویا قوت کے استعمال کے بغیر باطل نظام کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ افسوس کہ ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر نازل شدہ کتاب سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے اور شریعت کو چھوڑ کر اغیار کے نظام کو سینے سے لگا رکھا ہے جس کے ثمرات بد ہیں جو ہمیں اپنے معاشرے میں نظر آرہے ہیں۔ اسلام نے ہمیں جو نظام عدل عطا فرمایا ہے، اس کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرنا ہم پر دو اعتبارات سے فرض ہے۔ یہ بحیثیت مسلمان ہم پر فرض تو ہے ہی، بحیثیت پاکستانی بھی اس کے قیام کی جدوجہد ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ اسی مقصد کے حصول کے لئے اس مملکت کو وجود میں لایا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مملکت خداداد پاکستان میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت کے قیام کے لیے اپنی توانائیاں لگانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-3

پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ

تحریک پاکستان کے زمانے میں جو نعرہ زبان زد خاص و عام تھا، اور درۂ خیبر تا راس کماری مسلمانان ہند کی زبانوں پر گونج رہا تھا، وہ تھا: پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ۔ اس نعرہ سے قیام پاکستان کے اصل مقصد کی نشاندہی ہوتی ہے، یعنی ہم ایک آزاد و خودمختار ریاست قائم کرکے، اُس میں لا الٰہ الا اللہ کی حکمرانی قائم کرنا چاہتے تھے۔ یہ نعرہ تحریک پاکستان کے ممتاز کارکن پروفیسر اصغر سودائی کی زیر نظم سے لیا گیا تھا، جو انہوں نے 1944ء میں لکھی تھی۔ پروفیسر صاحب گزشتہ ماہ انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے۔ اُن کی یہ نظم آپ بھی پڑھیے اور ساٹھ سال پہلے کے پاکیزہ جذبوں کا بچشم سر نظارہ کیجئے۔ (ادارہ)

شب ظلمت میں گزاری ہے — اٹھ وقت بیداری ہے
جنگِ شجاعت جاری ہے — آتش و آہن سے لڑ جا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

چھوڑ تعلق داری چھوڑ — اٹھ محمود بتوں کو توڑ
جاگ اللہ سے رشتہ جوڑ — غیر اللہ کا نام مٹا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

نغموں کا اعجاز یہی — نعرۂ سوز و ساز یہی
وقت کی ہے آواز یہی — وقت کی یہ آواز سنا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

تجھ میں خالد کا ہے لہو — تجھ میں طارق کی ہے نمو
شیر کے بیٹے شیر ہے تو — شیر بن اور میدان میں آ
پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

جرأت کی تصویر ہے تو — ہمتِ عالمگیر ہے تو
ہستی کی تقدیر ہے تو — آپ اپنی تقدیر بنا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

ہو پنجابی یا افغان — مِل جانا شرطِ ایمان
لے کے رہیں گے پاکستان — حکمِ نبیؐ منشائے خدا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

اکیسویں صدی اور مسلمان خواتین

جہاں آراء لُطفی

اکیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ عورت کی حکمرانی، طاقت اور غصے کا جوش و ولولہ اب جنون کی حدوں میں داخل ہو رہا ہے۔ کیا عورت اتنی مظلوم ہے؟ کیا وہ اتنی مجبور اور بے بس ہے؟ کیا اس کی اپنی کوئی سوچ و فکر نہیں؟ کیا وہ اتنی کم عقل ہے کہ مرد کے بنائے ہوئے راستے پر چل نکلے اور اللہ کا بنایا ہوا قانون توڑ دے؟ کیا اسے اللہ رب العزت کے سوا کسی طاقت کی ضرورت ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو عموماً ایک ذی شعور انسان اور خصوصاً مسلمان کے ذہن میں اٹھتے ہیں۔ اگر عورت طاقتور نہ ہوتی تو دنیا کو عظیم الشان جرنیل، رہنما، علماء، دانشور، خلیفہ و شہنشاہ نہ دیتی۔ عالمِ اسلام کے ان عظیم سپوتوں کو جنم دینے اور تربیت کرنے والی یہ نازک عورت ہی ہوتی تھی کہ جس نے تاریخ کے سنہرے باب رقم کیے۔ اہلِ مغرب چاہتے ہیں کہ ایک مسلم عورت مزید ایسے عظیم الشان مسلمان پیدا کرنے کی اہل نہ رہے جو اسلام کو ایک مرتبہ پھر دنیا کی سپر پاور بنا ڈالیں۔

مغرب کو اور اہلِ کفر کو یہ خوف کھائے جا رہا ہے کہ اگر ایک مسلم عورت کو صحیح اسلامی زندگی میسر آ گئی تو وہ قوت و طاقت، علم و ہنر اور ذہانت و دانشمندی کا شاہکار بن سکتی ہے۔

چنانچہ عصرِ حاضر کے مغربی استعمار کی چار نئی اصطلاحات یعنی عالمگیریت (Globalization)، مقامیت (Localization)، آزادروی (Liberalization) اور نج کاری (Privatization) ایک خاص تاریخی پسِ منظر، مقصدیت اور فلسفہ رکھتی ہیں۔ یہ بظاہر انتہائی بے ضرر اور ترقی کی طرف لے جانے والی اصطلاحات ہیں۔ مگر ان اصطلاحات کے پردے میں مغربی استعمار تیسری دنیا کے ملکوں کو بالعموم اور مسلمان ملکوں کو بالخصوص اپنی ذیلی ریاستوں کی حیثیت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ یہ چاروں اصطلاحات دراصل چار استعماری نظام ہیں، جن کے ذریعے مغربی استعمار تیسری دنیا کے معاشروں کی اندرونی اور بیرونی سیاست، ان کی معیشت اور ان کی تہذیب و معاشرت کو کنٹرول کرنا چاہتا ہے تاکہ ان معاشروں کا استحصال کر کے مغربی دنیا کے معاشی مفادات کو آگے بڑھایا جائے اور سیاسی سطح پر ان ملکوں کو بے دست و پا کر دیا جائے۔

خصوصاً آزادروی یعنی Liberalization مغربی استعمار کا ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے سامنے ہمارے بڑے بڑے دانشور اور بعض اوقات نظریاتی لیڈران بے بس ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں جب کٹر یا

> **عالمگیریت، مقامیت، آزادروی، اور نج کاری، بظاہر ترقی کی طرف لے جانے والی اصطلاحات ہیں۔ مگر ان اصطلاحات کے پردے میں مغربی استعمار تیسری دنیا کے ملکوں کو بالعموم اور مسلمان ملکوں کو بالخصوص اپنی ذیلی ریاستوں کی حیثیت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے**

بنیاد پرست (Fundamentalists) کا طعنہ دیا جاتا ہے تو وہ اپنی ذات کو تہمت سے بچانے کے لیے روشن خیال اور لبرل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آزاد خیالی کے اس عمل میں این جی اوز کا مرکزی کردار سب پر واضح ہے۔ چنانچہ خاندانی بندھنوں کو ڈھیلا کرنے اور توڑنے پر زور دیا جاتا ہے۔ مشترکہ خاندانی نظام سے پیدا ہونے والے مسائل کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ لڑکیوں کی بے راہ روی کو جرأت مندانہ قرار دیا جاتا ہے۔ ان تمام کاموں میں انٹرنیشنل (الیکٹرانک اور پرنٹ) میڈیا بڑی جانفشانی سے اپنا کردار ادا کر رہا ہے اور اس میں اُسے خاطر خواہ کامیابی بھی ہوئی ہے۔

ایک طرف عورت کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ وہ سارے بندھن توڑ کر محض اپنی ذات کی مادر پدر آزادی کو سامنے رکھ کر زندگی گزارے، اُدھر مرد کو سکھایا جا رہا ہے کہ عورت کے ذریعے جنسی عیاشی کر سکتے ہو، کرو۔ چنانچہ دونوں نتائج سے بے پرواہ ہو کر ایک دوسرے کے مدِ مقابل کھڑے ہو گئے ہیں۔ اسی جھگڑے اور کشمکش نے عمل قومِ لوط کو فروغ دیا ہے۔ یہ مسائل گو کہ مغربی معاشرے کے مسائل محسوس ہوتے ہیں اور آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہونا یقینی ہے کہ اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ تو محترم بھائیو اور بہنو! اس کا جواب یہ ہے کہ آج کل دنیا ''گلوبل ولیج'' (Global Village) بن گئی ہے اور مغربی ثقافت کو دنیا کی واحد ثقافت بنانے کی تیاریاں عروج پر پہنچ گئی ہیں۔ ایک مسلمان عورت بلکہ اسلامی معاشرہ اس سے کیسے بچ سکتا ہے؟ کیسے محفوظ رہ سکتا ہے؟ بلکہ اس انارکی اور انتشار کا اصل ہدف تو مسلمان ہی ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ دنیا انتہائی سرعت کے ساتھ گلوبل ولیج بن رہی ہے تو اس کے سب سے زیادہ اثرات عورتوں اور بچوں ہی پر مرتب ہو رہے ہیں۔ امریکا، یورپ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں جن میں روس اور جاپان وغیرہ بھی شامل ہیں، خاندانی نظام تیزی سے برباد ہو رہا ہے۔ خصوصاً برطانوی معاشرے کو زوال آ رہا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے پر ناجائز بچوں کا بوجھ بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ نیز صنعتی و تجارتی نظام میں اور سرعت سے پیسہ کمانے کی ہوس نے شوہروں، بیویوں اور گھر کے دیگر افراد کے درمیان فاصلے پیدا کر دیے ہیں۔ اب یورپ کی اصول پسندی، خوش اخلاقی اور اچھی قدروں کی قلعی کھلتی جا رہی ہے۔ چنانچہ اخلاقی جرائم کی رفتار بڑھ رہی ہے۔ مغرب میں عیش و عشرت کے فلسفے کے ساتھ ساتھ کم آمدنی، مہنگی زندگی اور طلاق کے سلسلے میں نہایت سخت قوانین کے باعث مرد و عورت قانونی شادیوں سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ طلاق کی صورت میں مرد کے پاس سوائے حیرت اور پریشانی کے کچھ نہیں رہتا۔ پھر بچوں کی پیدائش عورت پر بے تحاشا ذمہ داریاں عائد کرتی ہے بلکہ عورت کو پابند کر دیتی ہے، گویہ وہ پابندی ہے، جسے عورت بخوشی و برضا و رغبت قبول کرتی ہے۔ تاہم آج کی آزاد دنیا میں عورت کو باور کرایا گیا ہے کہ بچے کی پیدائش کا عمل دراصل ایک بوجھ اور عذاب ہے اور اس کی آزاد زندگی قید و بند کی صعوبت کی مانند ہے۔ ساتھ ساتھ آبادی کے اضافے کا بھی شور کیا جا رہا ہے۔

خصوصاً اسلامی ملکوں میں آبادی کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خوفزدہ کیا جارہا ہے۔ لوگوں کو بتایا جارہا ہے کہ اگر زیادہ بچے پیدا ہوئے تو تمہارے ہاں فقر و فاقہ اور افلاس پیدا ہوگا۔ اقوامِ متحدہ جو درحقیقت یہود و نصاریٰ کی "متحدہ" ہے، وہاں 17 (سترہ) بڑے ادارے صرف اسی مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں۔ دنیا میں 135 سے زائد این جی اوز اس مقصد کے لیے کوشاں ہیں۔

صرف پاکستان میں 15 (پندرہ) سے زائد بین الاقوامی ادارے 57 (ستاون) مختلف پروجیکٹس پر کام کر رہے ہیں۔ 25 کروڑ ڈالر (تین ارب روپے سے زائد) پاپولیشن کنٹرول پروگرام کو بڑھانے کے لیے مختلف حکومتی اداروں اور این جی اوز کو دیے جارہے ہیں۔ 1999ء تک ترقی پذیر ممالک میں پاپولیشن کنٹرول پروگرام میں توسیع کے لیے 9 بلین ڈالر مخصوص کیے گئے۔

مغرب نے اپنے ہاں برتھ کنٹرول پروگرام کے لیے ایسی اقدار کو فروغ دیا جو اسلام تو کیا، خود ان کے مذاہب کے خلاف ہیں۔ اس کے نتیجے میں مغربی ممالک میں بوڑھوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور نوجوانوں کا تناسب کم ہوتا جارہا ہے۔ اگلی صدی میں مغربی ممالک میں زیادہ تر افراد وہ ہوں گے جن کی عمریں 84 سال اور سو سال سے زائد ہوں گی۔ امریکا کی ریاست فلوریڈا میں بوڑھوں کی آبادی کا تناسب 19 فیصد ہے، جو ساری دنیا سے زیادہ ہے اور یہ بات دلچسپی و حیرت سے خالی نہیں ہوگی کہ عنقریب مغرب کا ہر ملک فلوریڈا بن جائے گا۔ چنانچہ ایک اندازے کے مطابق 2050ء تک مغرب کی جوان آبادی صرف تیس فیصد رہ جائے گی۔

چنانچہ جوش و خروش میں آ کر جن ملکوں نے آبادی گھٹانے کے تمام مراحل طے کر کے اپنے ہدف کو حاصل کیا، اب دوبارہ افزائشِ نسل کی طرف توجہ دے رہے ہیں اور نت نئے پروگرام بنا رہے ہیں۔ فرانس میں بڑے خاندان کی حوصلہ افزائی کے لیے حکومتِ فرانس نے اعلان کیا ہے کہ دو بچوں کے بعد تیسرے بچے کی پیدائش پر خصوصی الاؤنس دیا جائے گا، جو تین برس تک جاری رہے گا اور بچوں کی پیدائش سے ٹیکسوں سے چھوٹ ملے گی۔ جاپان کے محکمہ صحت نے مشورہ دیا ہے کہ بچوں کی تعداد تین سے پانچ ضرور ہو۔ ویٹیکن سٹی کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ چرچ ضبطِ تولید اور اسقاطِ حمل کی مخالفت جاری رکھے گا۔ روس کی خواتین کو دورانِ حمل کام کے اوقات میں کمی، نرمی اور زچگی کے لیے چھٹیوں میں اضافہ اور زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی جارہی ہیں اور اسقاطِ حمل کی حوصلہ شکنی کی جارہی ہے۔ سویڈن میں زچگی کی رخصت سال بھر کردی گئی ہے۔ آبادی میں مسلسل کمی کے خطرات سے گھبرا کر یہودی نسل سائنس دانوں اور دانشوروں نے "جینیات" (Genetics) کے شعبے میں اربوں کھربوں کی سرمایہ کاری سے بھی گریز نہیں کیا۔

اکیسویں صدی میں امتِ مسلمہ کو اور خصوصاً یورپ اور پسماندہ ترقی پذیر مسلم ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کو جن چیلنجوں کا سامنا ہے، اس میں ایک اور بڑا چیلنج خاندان کا جدید تصور اور مرد و زن کا باہمی تعلق ہے۔ ایک معروف امریکی مسلم دانشور اسماعیل فاروقی اپنی کتاب "The path of Dawa in the West" میں لکھتے ہیں:

"اسلامی گھرانہ اگر صحیح معنوں میں اسلامی ہے تو وہ صحیح آئیڈیل ہے، جس کی اہلِ مغرب آج آرزو کرتے ہیں"۔

ایک ایسی دنیا جہاں عیسائی چرچ نے ہم جنس پرستی کی شادی جائز قرار دے دی ہے، جہاں عملِ قومِ لوط و زنا جو کہ ہر مذہب میں سخت گناہ ہے اور باعثِ عذاب عمل سمجھا جاتا رہا ہے، کھلے عام اور علانیہ ہو، جہاں جدید دور کی اخلاقی بے راہ روی اور جنسی ثقافت (Sex Culture) نے قانونی طور پر جائز شادی کو کمزور کردیا ہو، وہاں دادا، دادی اور نانا، نانی اور دیگر بزرگوں کے رشتے کا تو ذکر ہی کیا، ماں اور باپ کی کوئی قانونی حیثیت نہ ہو اور حکومتیں ان کے مقابلے میں مادر پدر آزادی کو تحفظ فراہم کر رہی ہوں، جہاں "محرمات خواتین" کا کوئی پاس نہ ہو۔ موقع ملنے پر ان سے ہی اپنی شیطانی خواہشات کو پورا کیا جاتا ہو۔ پھر ایسا معاشرہ جہاں اخلاقی قدریں کوئی معنی نہ رکھتی ہوں، بظاہر انتہائی خلیق، مہربان، خوش اخلاق اور خوش باش رہنے والے اندر سے ذہنی و روحانی بیماریوں اور گندگیوں کا شکار ہوں، حتیٰ کہ ان کے خوشنما خول کے اندر بدبو اور تعفن اس قدر بڑھ چکا ہو کہ خول کے باہر محسوس کیا جاسکتا ہو، ایسے گلے سڑے معاشرے میں اگر عورت کو نام نہاد آزادی اور مساوات جنس (Gender Equality) جیسے پُرفریب نعروں سے بے وقوف بنایا جارہا ہو تو اُمتِ مسلمہ کو اس کا فہم و ادراک ہونا ضروری ہے۔

اُمتِ مسلمہ کو اس اندھے بہرے معاشرے کی تقلید کی بجائے ایک بہترین اسلامی معاشرہ متعارف کروانا چاہیے جو ذہنی، جسمانی اور روحانی بیماریوں سے پاک ہو۔ اسلام کا قانونِ نکاح اور نظامِ عفت و عصمت دنیا کا عظیم ترین قانون ہے۔ یہاں میں ایک مضمون کا حوالہ دینا ضروری سمجھتی ہوں جو "شادی اور خاندان کا مرکزی کردار" کے زیرِ عنوان رچرڈ جی وائیکنز (Richerd G. Wiekenze) نے لکھا ہے جو اوٹاوا امریکا کی بریگھم ینگ یونیورسٹی میں دی ورلڈ فیملی پالیسی سینٹر (The world Family Policy Centre) کے ڈائریکٹر اور پروفیسر آف لاء ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

"مغرب سے تعلق رکھنے والی اقوام کی عورتوں کو جاننا چاہیے کہ کس طرح مغربی خاندانوں میں ازدواجی قانون نے عورت اور بچے پر اثر ڈالا ہے۔ ایسی بصیرت کے بغیر عورتیں عالمگیریت (Globalization) کے اثرات بد نہیں سمجھ پائیں گی اور وہ ہیں، شادی کا ترک کرنا، خاندانوں کی ٹوٹ پھوٹ اور شکست و ریخت، معاشرتی ترقی کا ترک کرنا۔ یہ شکست و ریخت معاشرتی زندگی پر گہرا اور منفی اثر ڈال سکتی ہے"۔

ڈاکٹر مراد ہوف حسین جرمن مسلمان ہیں۔ آپ الجزائر اور مراکش میں جرمنی کے سفیر کی حیثیت سے تعینات بھی رہے ہیں۔ انہوں نے فروری 2000ء میں کراچی میں ایک لیکچر دیا، جس کا موضوع تھا: "21 ویں صدی کا نظریہ اسلام"۔ اس لیکچر میں انہوں نے فرمایا: "دنیا کی کوئی تہذیب خاندان کا ڈھانچہ ٹوٹ جانے کے بعد زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ موجودہ دور میں بالفعل خاندان شدید حملے کی زد میں ہے اور ریاست بھی اس حملے میں شامل ہے، جو رشتۂ ازدواج کے بغیر تعلقات کو فروغ دینے کی کوشش کر رہی ہے۔ طلاق کی شرح خوفناک حد تک بڑھتی چلی جارہی ہے۔ بڑے بڑے شہروں میں آدھے مجرد افراد چل رہے ہیں، جن میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جو بچہ تو چاہتی ہیں شوہر نہیں۔ بچوں کی ایک بہت بڑی تعداد بغیر باپ کے پرورش پا رہی ہے۔ ان کے دل میں بزرگوں کا احترام کم ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے مسلمان خاندان مضبوط تانے بانے میں منسلک ہیں اور عام مغربی گھرانوں کے مقابلے میں زیادہ تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اپنے اثاثے کا تحفظ کرنا چاہیے"۔

ادھر مغربی ممالک اور دیگر غیر مسلم طاقتوں کا یہ حال ہے کہ دن رات اسلام کو نقصان پہنچانے اور اس کی بیخ کنی کے طریقے سوچتے رہتے ہیں۔ وہ اسلام کے قوانین پر سخت اور کڑی تنقید کرتے ہیں۔ حدود کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں اور اسلامی قوانین کو خصوصاً وہ قوانین جو خواتین سے متعلق ہیں، مثلاً حجاب، شہادت، وراثت، نکاح، عدت، خلع و طلاق...... ان

کے پسندیدہ موضوعات اوران کی سخت نکتہ چینی کا نشانہ ہیں۔

بیجنگ میں ہونے والے اجلاس اس کی بدترین مثال ہے۔ یہ اجلاس 1995ء میں منعقدہ بیجنگ کانفرنس کا پانچ سالہ جائزہ اجلاس تھا، جو 5 تا 9 جون 2000ء جاری رہا۔ کانفرنس کے نام "Women 2000 Gender Equality Development and peace in the 21st century" ہی سے اس ناپاک، شرمناک منصوبے کی بو آ رہی ہے، جو اہلِ کفر وشرک امتِ مسلمہ کے لیے سوچ بیٹھے ہیں۔

اس کانفرنس کا ایجنڈا پہلے سے تیار شدہ تھا جسے U.N. Commandment کہا جاسکتا ہے۔ اس ساری کوشش کا ہدف خاندان ہے۔ ان ماہرین کے پاس اسے مضبوط کرنے کے نام پر اسے مسخ کرنے اور منتشر کرنے کے لیے بڑے اختراعی خیالات ہیں۔ بنیادی نکتہ یہ ہے کہ خاوند اور باہمی رشتے کو باہمی مقابلے کے رشتے میں بدل دیا جائے اور اس ادارے کو جو بالکل ذاتی اور نجی ادارہ ہے، مداخلت کے لیے کھول دیا جائے۔

اکیسویں صدی میں داخل ہوتے ہوئے مسلمانوں کو بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ ان میں خواتین کے حقوق وفرائض کی اہمیت، مرد کے ساتھ ان کے رشتوں کی بنیادوں کا تحفظ اور خواتینِ اسلام کی چادر اور چار دیواری کا تحفظ بہت بڑا چیلنج ہے۔ فقہ اور اسلامی قوانین کے اطلاق میں اختلاف بعض اوقات مسلم آبادیوں میں تقسیم کا باعث بھی بن جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اچھی بات مسلم نوجوانوں، مرد وخواتین دونوں میں اپنے آپ کو قرآن و سنت، رسول ﷺ سے وابستہ کرنے کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔

علوم کے ان بنیادی مآخذ سے براہ راست استفادہ ایک مومن کو یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ قرآن وحدیث کے ایک مفہوم اور توجیہہ کو دوسرے پر فوقیت کیوں دی گئی ہے، جس کے نتیجے میں اسلامی قوانین کے اطلاق کے لیے مختلف توجیہات کو برداشت کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

عہدِ خلافتِ راشدہ سے لے کر سلطنتِ عثمانیہ تک اور اس کے بعد عہدِ حاضر تک امتِ مسلمہ کی تاریخ اتحاد، اجتہاد اور جہاد کی تاریخ ہے۔ یہی وہ عمل ہے جس کے نتیجے میں اسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں پانچ بڑے بڑے مکاتبِ فکر کا ارتقا ہوا (حنفیہ، مالکیہ، حنبلیہ، شافعیہ، جعفریہ)۔ ان پانچوں فقہی توجیہات کو علماء کی طرف سے نافذ العمل کیا گیا۔ اگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک چھٹی فقہی توجیہہ سامنے آجاتی ہے تو یہ فطری عمل سے انحراف نہ ہوگا۔

لیکن ہمیں یہ بات بھی اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ہم شرع اور دین کی کسی ایسی تعبیر کو ہرگز قبول نہیں کریں گے جو پہلی صدی ہجری کے اجماع کی نفی کرتی ہو۔

میں گزارش کروں گی کہ امتِ مسلمہ کو درپیش ان معاشرتی مسائل پر جن کا تعلق مردوں اور عورتوں کے آپس میں رشتے اور تعلق سے ہے، علمائے کرام اجتہاد کریں۔ ان سنگین معاشرتی مسائل کے حل کے لیے اجتماعی سطح پر مجتہدانہ بصیرت، جرأت اور عزیمت کی ضرورت ہے۔

عورتوں کے بارے میں ہمارے افکار بنیادی طور پر یہود ونصاریٰ کی اقدار کا آمیزہ ہیں۔ قرآنِ کریم نے حضرت مریمؑ کا ذکر 34 مرتبہ کیا ہے اور ان کی عفت، عصمت اور عظمت کی داستان بار بار دہرائی ہے۔ حضرت ہاجرہ اور آسیہ کا ذکر بہترین الفاظ میں کیا ہے۔ علامہ عرشی امرتسری کی روایت ہے کہ علامہ اقبال نے قرآن کے بارے میں کہا تھا:

> "اگر میں مسلمان نہ ہوتا اور مجھے قرآن کے متعلق معلومات نہ ہوتیں تو اتنے مطالعے کے بعد میں یہ سمجھتا کہ یہ کتاب کسی عورت کی لکھی ہوئی ہے، کیونکہ اس میں عورتوں کے حقوق کی اتنی پاسداری کی گئی ہے جو کسی مذہبی کتاب میں نہیں"۔

افسوس کہ اب اسی قرآن سے عورتوں کے حقوق کی پامالی کے قصے کہانیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالی جارہی ہیں۔

اسلامی معاشرے میں عورت کا مقام اور مرتبہ کے بارے میں عیسائی اور یہودی افکار کی پیروی میں پست روایات کے فروغ کا اہم سبب اسلامی معاشرے میں رسولِ اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات یعنی امہات المومنین کے کردار کی عظمت سے لوگوں کی عدم واقفیت، اب مجرمانہ غفلت میں بدل چکی ہے۔

سب سے عجیب وغریب بات یہ ہے کہ اسلامی معاشروں میں مرد وعورت کے سلسلے میں عفت وعصمت کے عجیب وغریب پیمانے ڈھونڈتے ہیں۔ ان قصوں میں ساری اخلاقیات صرف عورتوں کے لیے ہے، مرد خود کو کسی اخلاقی قدر کا پابند نہیں سمجھتے۔ کیا اخلاقیات صرف عورتوں کے لیے تخلیق دی گئی ہے۔

معاشرے کو بدلنے کا کام صرف حکومت اور عدالت کے بس کا نہیں، تحریکوں کا کام ہے۔ ایسی تحریکوں کا، جو خلوصِ نیت سے میدانِ عمل میں اتریں، خرابیوں کی نشاندہی کریں اور انہیں مٹانے کے لیے عملی، علمی، عقلی، فکری میدانِ عمل ڈھونڈیں۔

ہمیں وہ معاشرہ تشکیل دینا ہے جہاں مرد وعورت باہمی تعاون سے زندگی گزاریں اور اُمتِ مسلمہ کی تعمیر وترقی وبقا کے لیے کام کریں۔ سورۃ الانعام میں بیان کردہ دس احکامات (احکامِ عشرہ) تمام معاشروں، تمام امتوں، تمام گروہوں اور تمام فرقوں کے درمیان متفق علیہ ہیں اور ان پر عمل کر کے ایک صاف ستھرا معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

مسجد انتظامیہ کی توجہ کے لئے

اکثر نمازی حضرات مسجد کے اندر اپنا موبائل فون بند کرنا بھول جاتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو نماز اور خطبہ کے دوران پریشانی ہوتی ہیں اور مسجد کا تقدس بھی پامال ہوتا ہے۔

اس پریشانی سے بچنے کے لئے ہم مناسب قیمت پر جامر فراہم کررہے ہیں۔ خواہشمند حضرات ہم سے رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: عبدالواحد موبائل نمبر: 0321-2026250
(بوقت:۔ بعد نماز ظہر تا عشاء)

روداد اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور کے سالانہ اجتماع کی مختصر روداد

مرتبہ: اہلیہ شیخ رحیم الدین

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کی رفیقات کا سالانہ اجتماع 10 مئی 2008ء بروز ہفتہ قرآن آڈیٹوریم میں ناظمہ علیا حلقہ خواتین کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس اجتماع کے پروگراموں کو نائب ناظمہ امۃ المعطی صاحبہ نے ترتیب دیا اور کنڈکٹ کیا۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز ساڑھے نو بجے تنظیم لاہور وسطی کی رفیقہ ذکیہ مجیب کی تلاوت کلام پاک اور ترجمہ سے ہوا۔ اِس کے بعد خط و کتابت کورس (حلقہ خواتین) کی ناظمہ مسز رفعت نسیم الدین نے خطاب کیا۔ انہوں نے سورۃ الانفال کی آیت 26 کی روشنی میں قیام پاکستان اور بعد کے حالات پر گفتگو کی، اور علامہ اقبال کی فکر، قائداعظم کی جدوجہد، پاکستان کا معجزانہ قیام اور اس نعمت کے پانے کے بعد مسلمانانِ پاکستان کی ناشکری کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا۔

> حدیث رسولؐ "خیر کم من تعلم القرآن وعلمه" کو سننے اور سمجھنے کے بعد میرے اندر تعلیم و تعلم قرآن کا داعیہ پیدا ہوا

شمالی لاہور تنظیم کی ناظمہ سعیدہ اختر نے زبان کے درست استعمال پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ زبان ہمارے جسم کا مختصر سا حصہ یا ٹکڑا ہے لیکن یہی ہمیں جنت یا جہنم کی طرف لے جانے والی ہے اور یہی زبان ہماری شخصیت پر اثرات مرتب کرتی ہے۔

تنظیم اسلامی لاہور شمالی کی نقیبہ کلثوم شبیر نے حبّ الٰہی کے حوالے سے درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ اہل ایمان کی سب سے اہم صفت اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہے، اور اللہ تعالیٰ سے محبت کا عملی مظہر اطاعت رسول ﷺ ہے۔ ایک بندۂ مومن کو دنیا کی تمام محبتوں پر اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو فوقیت دینی چاہیے۔ ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان کی اہلیہ شازیہ خلجی نے کہا کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے اور اس کی اصل اور پہلی ذمہ داری اپنے بچوں کی دینی خطوط پر تربیت ہے، تاکہ وہ اس دجالی تہذیب کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہیں، اور جرأت وہمت سے اُس کا مقابلہ کرسکیں۔

رجوع الی القرآن کورس حلقہ خواتین لاہور کی ناظمہ عائزہ ندیم کا کہنا تھا، حدیث رسول ﷺ "خیر کم من تعلم القرآن وعلمه" کو سننے اور سمجھنے کے بعد میرے اندر تعلیم و تعلم قرآن کا داعیہ پیدا ہوا اور میں نے یہ کام شروع کیا۔ انہوں نے کورس کا تعارف بھی کروایا، اور بتایا کہ رجوع الی القرآن کورس سات ماہ کے دورانیے پر محیط ہے۔ ہفتے میں پانچ دن کلاسز ہوتی ہیں۔ کورس کے مضامین میں ترجمۂ قرآن، حدیث، تجوید، عربی گرامر اور سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ شامل ہیں۔

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کی ناظمہ امۃ الحسی نے قرار دادِ تاسیس اور تعارف تنظیم اسلامی کے حوالے سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ دین کے انقلابی فکر کا وقتاً فوقتاً مطالعہ بہت ضروری ہے، ورنہ ہم اپنے مقصد سے بہت دور ہوتے چلے جائیں گے۔ اُن کا کہنا تھا کہ مسلمان ہونے کے ناطے ہم پر صرف انفرادی ذمہ داریاں ہی نہیں ہیں بلکہ اقامت دین کی جدوجہد میں نصرت و تعاون بھی ہمارے ذمے ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام مذہب نہیں، بلکہ دین اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ فرد کی فلاح و نجات اُس کا موضوع ہے۔ اور فرد کا نصب العین رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ تنظیم اسلامی اس مقصد کے حصول کے لیے ہماری معاون ہے۔ اس کے بعد لاہور کینٹ تنظیم کی نقیبہ ڈاکٹر رخشندہ نے ذکر الٰہی پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ سے تعلق قائم کرنے اور اُسے مضبوط بنانے کا ذریعہ ذکرِ الٰہی ہے۔ قرآن حکیم الذکر ہے۔ ذکر وہ عبادت ہے جس کا کوئی نصاب، کوئی حد اور کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ یہ ہر وقت اور ہر حالت میں کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے ذکر کی مختلف اقسام: ذکر خفی، ذکر لسانی اور ذکر فعلی پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی۔

اس کے بعد تنظیم اسلامی شرقی لاہور کی نقیبہ اور امیر تنظیم اسلامی کی اہلیہ محترمہ راضیہ عاکف نے "امیر تنظیم اسلامی کا پیغام: رفیقات کے نام" پڑھ کر سنایا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم اپنی تمام دینی ذمہ داریوں کو خلوص و اخلاص سے ادا کریں اور اس مختصر اور ناپائیدار زندگی کو اس انداز سے گزاریں کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو جائے۔ یہی وہ راستہ ہے جو ہمارے لیے ابدی فلاح و کامیابی کا ضامن ہے۔ آخر میں انہوں نے خواتین کے نئے نظام العمل کی تکمیل کی خوشخبری دی، جو بہت جلد نافذ ہو جائے گا۔ انہوں نے رفیقات سے یہ اپیل کی کہ وہ اس کو کھلے دل اور ذہن اور دلی آمادگی سے قبول کریں۔

تنظیم لاہور شرقی کی نقیبہ امۃ الھادی نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے مروی حدیث مبارکہ پڑھ کر سنائی، جو کہ ایک بدو اور آنحضرت ﷺ کے درمیان گفتگو پر مبنی تھی۔

ناظمہ حلقہ لاہور و ناظمہ تربیت تنظیم اسلامی حلقہ خواتین امۃ المغنی نے وقت کی کمی کے باعث اپنا خطاب ملتوی کر دیا اور مبتدی کورس کی تکمیل کرنے والی رفیقات کے ناموں کا اعلان کرتے ہوئے ناظمہ علیا کے دست مبارک سے ان رفیقات کو اسناد دلوائیں۔

پروگرام کے آخر میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی اہلیہ اور تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی ناظمہ علیا نے ایک حدیث رسول ﷺ پر گفتگو کی۔ آپ نے جو حدیث بیان کی وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے مہاجرین کے گروہ! پانچ برائیاں ایسی ہیں کہ اگر تم ان میں مبتلا ہوئے اور یہ

> اگر مسلمان حکمران اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں تو اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے میں پھوٹ ڈال دیتا ہے اور وہ آپس میں کشت وخون کرنے لگتے ہیں

تمہارے اندر گھس آئیں تو (بہت ہی برا ہو گا اور) میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو جاؤ۔

(1) بے حیائی: اگر کسی گروہ میں بے حیائی عام ہو جائے تو انہیں طاعون اور ایسی ایسی متعدی بیماریاں لاحق ہو جائیں گی جو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو لاحق نہیں ہوئی تھیں۔

(2) ناپ اور تول میں کمی: یہ برائی جب کسی قوم میں پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر قحط اور خشک سالی مسلط کر دیتا ہے، اور وہ ظالم اقتدار کے ظلم کا نشانہ بنتی ہے۔

(3) زکوۃ نہ دینا: جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکوۃ روک لیتی ہے تو ان پر آسمان سے پانی

برسا بند ہوجاتا ہے۔ اگر اس علاقے میں مویشی اور چرند پرند نہ ہوں تو ذرا بھی بارش نہ ہو۔

(4) اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے غداری اور عہد شکنی: جب کسی قوم میں یہ خرابی رونما ہو جائے تو اللہ ان پر غیر مسلم دشمن کو مسلط کر دیتا ہے جو ان کی بہت سی چیزیں چھین لیتا ہے۔

(5) اگر مسلمان حکمران اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں تو اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے میں پھوٹ ڈال دیتا ہے اور وہ آپس میں کشت و خون کرنے لگتے ہیں۔

آخر میں ناظمہ علیاء نے پُر اثر دعا کروائی۔ پروگرام کے آخر میں جوس اور برگر سے رفیقات کی تواضع کی گئی۔ اس موقع پر کتب اور کیسٹس اور حجاب بوتیک کے سٹال بھی لگائے گئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں دین پر چلنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین

اُسرہ نوشہرہ کینٹ کا دعوتی وتربیتی پروگرام

اُسرہ نوشہرہ کے زیر اہتمام ذاتی اصلاح وتربیت اور دعوت الی اللہ کی غرض سے رفقاء کا ایک دعوتی وتربیتی پروگرام 25 مئی بروز اتوار (عصر تا عشاء) زیارت کا کا صاحب کی ایک مسجد میں منعقد ہوا۔ نماز عصر کے بعد راقم نے ”دین و مذہب کا فرق“ واضح کیا۔ بعد نماز مغرب دین کے تقاضوں پر گفتگو ہوئی، جبکہ نماز عشاء کے بعد نقیب اُسرہ نے اجتماعیت کی اہمیت کو بیان کیا۔ اس پروگرام میں 15 احباب اور 3 رفقاء نے شرکت کی۔ ہمارے منفرد رفیق عرفان اللہ نے جو کہ زیارت کا کا صاحب میں رہائش پذیر ہیں، اس پروگرام میں خود شرکت کے ساتھ ساتھ دوسرے احباب کو بھی شرکت کے لئے دعوت دی تھی۔

(مرتب: جان نثار اختر)

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام شب بیداری کا انعقاد

تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے زیر اہتمام 31 مئی کو شب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔ شب بیداری پروگرام نماز مغرب کے بعد تلاوت قرآن حکیم کے بعد جناب جنید نذیر نے ایمان بالآخرۃ کے موضوع پر درس دیا۔ علی شاہد نے ”زبان کی حفاظت“ پر گفتگو کی اور قرآن وحدیث اور کبار صحابہؓ کے اقوال کی روشنی میں واضح کیا کہ زبان کی حفاظت کرنے والا شخص جنت میں جائے گا اور زبان کا غلط استعمال میں لے جانے کا باعث بنے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ کا قول ہے کہ ”زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے“۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ فرماتے ہیں کہ ”بہت سے الفاظ نیکیاں چھین لیتے ہیں“۔ اکرام الحق نے عقل، فطرت اور ایمان کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اس کے بعد شرکاء نے نماز عشاء ادا کی اور کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد جناب فیصل وحید نے ”اقامت دین کی جدوجہد کرنے والوں کے اوصاف“ بیان کیے۔ انہوں نے واضح کیا کہ دین کے سچے خادموں اور جاں نثاروں کی نگاہ میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی بلکہ ان کی توجہ کا اصل مرکز صرف اور صرف رب کی رضا اور اخروی فلاح ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کمرۂ امتحان میں کرسی، کاغذ پانی وغیرہ ایک طالب علم کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ انہیں استعمال بھی کرتا ہے لیکن وہ ان کی ملکیت کا دعویدار نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس دنیا میں ہم مال و متاع کو استعمال کر سکتے ہیں، لیکن ان کی ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ درحقیقت ہر چیز جو ہمارے استعمال کے لیے اس دنیا میں موجود ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔

دعوتی رپورٹ جناب عدنان احمد مغل نے پیش کی۔ مشتاق احمد راٹھور نے ”دعا کی اہمیت“ بیان کی۔ عبدالواجد نے صبر اور مصابرت پر اظہار خیال کرتے ہوئے صبر کی مختلف اقسام بیان کیں۔ اس کے بعد پرویز اکرام بھٹی نے مالیاتی رپورٹ پیش کی۔ عثمان منظور

نے امت مسلمہ کی زبوں حالی کے اسباب بیان کیے اور واضح کیا کہ امت کی زبوں حالی کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں لیکن سب سے بڑا سبب مہجوری قرآن ہے۔ ہم قرآن اور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو بھول گئے ہیں۔ اگر دنیا اور آخرت میں کامیابی کے طلب گار ہیں تو ہمیں ان تعلیمات کی طرف پلٹنا ہوگا۔ رات ساڑھے گیارہ بجے کے لگ بھگ اس مجلس کا اختتام ہوا۔

(رپورٹ: اعجاز عنصر)

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کا ماہنامہ تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی کراچی جنوبی کا ماہانہ تربیتی اجتماع بصورت شب بیداری اتوار کی رات ساڑھے دس بجے سے اتوار کی صبح دس بجے تک جاری رہا۔ شجاع الدین نے پروگرام کا آغاز کیا۔ انہوں نے تذکیر بالقرآن کے حوالے سے ہمارا اصل مقصد: ”رضائے الٰہی“ کا حصول پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم میں ہماری شمولیت کسی شخص کی یا کسی غرض کی بنا پر نہیں، بلکہ صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور اُخروی فلاح کے حصول کے مقصد سے ہونی چاہیے۔ ڈاکٹر الیاس نے انقلاب نبوی ﷺ کے آخری مرحلہ: ”اقدام وتصادم“ کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اس کے بعد آرام کے لیے وقفہ کیا گیا۔ رفقاء کو صبح ساڑھے چار بجے تہجد و انفرادی عبادات کے لیے جگایا گیا۔ قبل از فجر ساڑھے پانچ بجے سرفراز احمد خان نے حسنِ اخلاق کے موضوع پر درسِ حدیث دیا۔ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد عابد خان نے سیرتِ صحابہؓ کے ضمن میں ”حضرت سعد ابنِ ابی وقاصؓ“ کے حالات وواقعات سے رفقاء میں جذبۂ ایمانی کو بڑھانے کی عمدہ کوشش کی۔ اس کے بعد شاہد حفیظ چودھری نے ”اجتماعیت کی اہمیت“ کے موضوع پر بیان کیا۔ انہوں نے مختصر وقت میں قرآن وسنت کی روشنی میں ایک مسلمان کے کسی اجتماعیت میں شمولیت اور پھر ایک امیر کی اطاعت اور اس کے نظم کی پابندی کا خوگر بننے کو عمدگی سے بیان کیا۔ اس کے بعد انصار احمد نے ”اَنا“ کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے بالخصوص تکبر اور غصہ نہ کرنے کی جانب رفقاء کی توجہ مبذول کرائی۔ سوا سات بجے ناشتہ کے لیے وقفہ کیا گیا۔ ساڑھے سات بجے پروگرام کا دوبارہ آغاز کیا گیا۔ ذیشان طاہر نے کوئز پروگرام Conduct کیا۔ اس ماہ بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتاب ”دنیا کی عظیم ترین نعمت: قرآنِ حکیم“ میں سے سوالات تیار کیے گئے تھے۔ رفقاء کو اُسروں کی تقسیم کرنے کے بعد ان کے نقباء کو سوالنامہ دیا گیا، جنہوں نے اپنے رفقاء سے سوالات کیے۔ مذاکرہ کا پروگرام محمد عدنان نے Conduct کیا۔ مذاکرے کا موضوع ”اطاعتِ امیر بمقابلہ تنازع فی الامر“ تھا۔ موصوف نے رفقاء سے سوال وجواب کے انداز میں یہ مذاکرہ کرایا۔ ہر سوال کا رفقاء کی طرف سے جواب موصول ہونے کے بعد بذریعہ video clips محترم ڈاکٹر صاحب کی وضاحت پیش کی گئی۔ آخر میں امیر کراچی جنوبی عبداللطیف عقیلی نے اختتامی خطاب کیا۔ صبح دس بجے مسنون دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

(مرتب: سید احمد کامران)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر لڑکی، عمر 24 سال، تعلیم ایم۔ اے کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ، دینی مزاج کے حامل اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رجوع کریں۔
برائے رابطہ: 0321-4830664

☆ 35 سالہ دوشیزہ، تعلیم بی۔ اے، گھر گرہستی میں ماہر، کے لیے تعلیم یافتہ، نیک، شریف، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-5427221

اللہ نہ کرے!

عرفان صدیقی

اللہ کریم بدگمانی سے بچائے کہ بہت سے گمان گناہوں میں گنے جاتے ہیں لیکن کچھ دنوں سے میری سوچ کی سوئی ایک ایسی بات پر اٹکی ہوئی ہے، جسے بیان کر دینا شاید اب ضروری ہو گیا ہے۔

کیا پرویز مشرف نے وہ آخری مکا برسانے کا فیصلہ کر لیا ہے جس کی وہ دھمکی دیا کرتے تھے؟ کیا جانکنی کے اس عالم میں انہوں نے اپنی ساری امیدیں اس طوفان انگیز بحران سے وابستہ کر لی ہیں جو (خدانخواستہ) پاکستان پر امریکی حملے سے پیدا ہو سکتا ہے؟ کیا انہوں نے امریکہ کو اشارہ دے دیا ہے کہ وہ ان کی وفاداریوں کا صلہ ادا کرتے ہوئے قبائلی علاقوں پر چڑھ دوڑے تاکہ نوزائیدہ جمہوری حکومت کی بنیادیں ہل جائیں اور پاکستان کی سلامتی کے لیے ایک بار پھر پرویز مشرف کو ناگزیر سمجھا جانے لگے؟ کیا اقتدار کے آخری دنوں میں جارج ڈبلیو بش اپنے وفاشعار دوست کی آرزو پوری کرتے ہوئے اسے بچانے کے لیے پاکستان کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کر چکا ہے؟ کیا لائن آف کنٹرول پر بھارت کا اچانک سرگرم ہو جانا' کرزئی کی دھمکیاں' قبائلی علاقوں پر حملے' روز روز کی فضائی خلاف ورزیاں' اسامہ کی پاکستان میں موجودگی کے پریقین دعوے اور امریکہ کے تند و تلخ بیانات' سب ایک ہی سلسلۂ شر کی کڑیاں ہیں؟ کیا مشرف خود اس کھیل کا حصہ ہے؟

میں نے غالباً مختار مسعود کی کتاب ''لوحِ ایام'' میں پڑھا تھا کہ ''جب آریہ مہر رضا شاہ پہلوی'' کے قدموں تلے سے تخت ہی نہیں' زمین بھی گداز ایرانی قالین کی طرح کھینچی جا رہی تھی اور ساواک کے وحشیانہ مظالم کے باوجود ٹائی ٹینک ڈوب رہا تھا تو اس نے بڑی کوشش کی کہ مصر یا کوئی اور ملک ایران پر چڑھ دوڑے تاکہ انقلاب کے بپھرے ہوئے منہ زور دھارے کا رخ موڑا جا سکے۔ امریکہ ان دنوں شاہ کے حق میں بھی ایسے ہی اعلامیے جاری کیا کرتا تھا جیسے آج کل پرویز مشرف کے بارے میں کر رہا ہے۔ آریہ مہر ایڑیاں اُٹھا اُٹھا کر دیکھتے رہے کہ کس طرف سے بمبار طیارے گرجتے ہوئے ایران کی فضاؤں میں داخل ہوتے اور کہاں سے کوئی لشکر جرار سرحد روندتا ہوا سرزمین ایران کا رخ کرتا ہے۔ رات گہری ہو گئی لیکن کوئی نہ آیا۔ صبح دم شاہ نے جہاز پکڑا اور اڑھائی ہزار سالہ بادشاہت کو شاہی محل کے بیت الخلا میں پھینک کر فرار ہو گیا۔ خود ہمارے ہاں جب ایوب خان کی مقبولیت گھٹنے لگی تو 1965ء کی جنگ بھڑکا دی گئی اور جب یحییٰ خان کو اپنی آرزوؤں کا چمن اجڑتا دکھائی دیا تو اُس نے ایک سیاسی معاملے کو بھرپور جنگ میں بدل دیا۔

پرویز مشرف کے بارے میں میری ''بدگمانی'' ٹھوس وجوہات رکھتی ہے۔ انہوں نے امریکہ کے بارے میں شروع سے ہی ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جسے حکمت عملی کے بجائے ایک کاروباری رشتے کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ پرویز مشرف' پاکستان کے مفادات کا پاس ولحاظ کیے بغیر امریکی اہداف و مقاصد کی آبیاری کریں گے جس کے جواب میں جمہوریت، آئین، قانون، عدلیہ اور انسانی حقوق کے خرخشوں میں پڑے بغیر امریکہ مشرف کے قلعے کی پاسبانی کرے گا۔ اس بندوبست کے دو فریق تھے۔ ایک امریکہ اور دوسرا مشرف۔ آمریت کے آہنی شکنجے میں جکڑا پاکستان مشرف کی مٹھی میں تھا۔ انہیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی کہ وہ کون سے اڈے، کون سی بندرگاہیں اور کون سی تنصیبات امریکہ کے حوالے کریں۔ انہیں کسی کو بتانے کی ضرورت نہ تھی کہ وہ اپنے اقتدار کی قیمت کے طور پر پاکستان کی تجوری سے کتنی ادائیگی کر رہے ہیں۔ اب تو گواہیاں آ رہی ہیں کہ انہوں نے ''وار آن ٹیرر'' کے حوالے سے مشاورت کا باب بند کر رکھا تھا۔ جمشید گلزار کیانی بتا چکے ہیں کہ کور کمانڈرز نے انہیں اس راہ پر چلنے سے روکا تھا۔ دراصل وہ سلوک ڈراؤنے خواب کی طرح پرویز مشرف کا پیچھا کر رہا تھا جو صدر کلنٹن نے اُن سے روا رکھا تھا۔ نائن الیون کے بعد جب انہیں پاکستان کی آزادی، خودمختاری اور حاکمیت اعلیٰ کے عوض اپنی قبولیت کی جھلک نظر آئی تو انہوں نے ایک ہی فون کال پر سب کچھ امریکہ کے قدموں میں ڈال دیا۔ بندوبست یہ بنا کہ امریکہ اپنی ڈکٹیشن کے ساتھ کوئی چھوٹا موٹا اہلکار مشرف کے پاس بھیج دیتا۔ وہ رقعہ حوالے کرتا، فرمانبرداری کے ''سٹیمپ پیپر'' پر انگوٹھا لگواتا اور واپس چلا جاتا۔ اِدھر جب کبھی صدر مشرف اپنے آپ کو کسی مشکل میں محسوس کرتے تو فون اُٹھا کر بش سے بات کرتے اور وہ بال رگڑنے والے جن کی طرح حاضر ہو جاتا۔ بش نے کبھی بھول کر بھی پاکستان کو اپنا حلیف یا دوست نہ سمجھا، صرف مشرف کو یارِ خاص قرار دیتا، اس کی راہوں میں سُرخ قالین بچھاتا اور اس کی پیٹھ پر تھپکیاں دیتا رہا۔

تقریباً آٹھ برس تک امریکہ اور مشرف کے درمیان طے پانے والا بندوبست کامیابی سے چلتا رہا۔ اس دوران امریکہ سے آنے والے ڈالروں کا حساب تو کسی نہ کسی دن سامنے آ ہی جائے گا لیکن اس بھاری رقم کا تخمینہ لگانا ممکن ہی نہیں جو پاکستان کو ادا کرنا پڑی۔ پاکستان کی سرزمین امریکیوں کے حوالے کرنا، انہیں پڑوسی اسلامی ملک پر حملے کے لئے تمام سہولیات فراہم کرنا، انہیں اپنی انٹیلی جنس تک رسائی دینا، اُن کے دباؤ میں آ کر ڈیورنڈ لائن پر نوے ہزار فوج لگانا، پُرامن قبائلی علاقوں میں اپنی فوج داخل کرنا، اپنی سرزمین کے اندر امریکی کارروائیوں سے صرف نظر کرنا، امریکی میزائلوں سے شہید ہونے والے تہجد گزار نوجوانوں کا لہو اپنی فوج کے سر تھوپ دینا، پاکستان کے ہمدرد و غم گسار طالبان کی جگہ حامد کرزئی اور شمالی اتحاد کو تختِ کابل پر بٹھانا، سینکڑوں کلمہ گو مسلمانوں کو امریکہ کے ہاتھ بیچنا، کشمیر پر اقوام متحدہ کی قراردادوں سے دستکش ہونا، رنگا رنگ آپشنز کے طوطے مینا اُڑانا، لائن آف کنٹرول پر باڑ لگوانا، بے تکے اعتماد افزا اقدامات کرنا، کل جماعتی حریت کانفرنس کا شیرازہ بکھیرنا، سید علی گیلانی کو مردِ مطلوب بنانا، دہشت گردی کا بالواسطہ اعتراف کرنا، اسرائیل سے ربط و ضبط کی راہیں تراشنا، ڈاکٹر قدیر کی تذلیل کرنا، پاکستان کو ایٹمی پھیلاؤ کے مافیا کا سرغنہ باور کرانا، علماء کی توہین کرنا، مدرسہ و مسجد کو نشانہ بنانا، جامعہ حفصہ کی بچیوں پر فاسفورس کے بم برسانا، ہزاروں افراد کو غائب کر دینا، حیا باختہ روشن خیالی کو رواج دینا، تعلیمی نصاب میں لادینیت کے بیج بونا...... ان میں سے کوئی ایک کام بھی پاکستان اور اہلِ پاکستان کے مفاد میں نہ تھا۔ یہ سب امریکہ کی مکروہ ڈکٹیشن سے بندھے اقدامات تھے جو بش کی رعونت کو

شاداب اور مشرف کی حکومت کو سیراب کرتے رہے۔

صدر مشرف اور جارج بش نے بھی اُس وقت کا تصور نہ کیا تھا جو 18 فروری کے بعد لوحِ تاریخ پر رقم ہوا۔ مشرف ایک بے بال و پَر پرندے کی طرح پنجرے میں پھڑ پھڑا رہا ہے۔ چوری ڈالنا تو دور کی بات ہے، کوئی پانی کی کٹوری بھی نہیں رکھ رہا۔ اُس کے پاس آخری کارگر حربہ ایک ہی ہے کہ وہ امریکہ سے گٹھ جوڑ کر کے پاکستان کو میدانِ جنگ بنا دے اور ایک ایسا قیامت خیز طوفان بپا کر دے کہ لوگ اُس کی قیادت کو پاکستان کی سلامتی و بقاء کے لئے ناگزیر خیال کرنے لگیں۔

میرے دماغ کی سوئی کئی دنوں سے اس بات پر اٹکی ہوئی تھی لیکن گزشتہ روز برادرم جاوید چودھری نے مشرف سے ملاقات کا جو احوال ایک خبر کے طور پر بیان کیا ہے، اُس نے میرے گمان میں یقین کا رنگ بھر دیا ہے۔ جنابِ صدر فرماتے ہیں ”امریکہ اور یورپی یونین نے پاکستان کو وارننگ دی ہے کہ دہشت گرد پاکستان میں بیٹھ کر ایک نئے نائن الیون کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں اور اگر مستقبل میں کوئی ایسا سانحہ پیش آیا تو اس کا ذمہ دار پاکستان ہوگا۔ پاکستان کے خفیہ اداروں نے پچھلے کچھ عرصے میں ملک سے جو دہشت گرد گرفتار کیے تھے، اُن کے قبضے میں امریکہ اور بعض یورپی ممالک کے انڈر گراؤنڈ سب ویز، جوہری توانائی کے پلانٹس، بلند و بالا عمارتوں، ایئرپورٹس، ٹرین اسٹیشنز اور اہم سرکاری عمارتوں کے نقشے برآمد ہوئے تھے۔ اگر حکومت نے اس مسئلے کو سنجیدگی سے نہ لیا تو امریکہ پاکستان کو ٹائٹ کر سکتا ہے۔ مجھے خطرہ ہے اگر خدانخواستہ یورپ یا امریکہ میں نائن الیون جیسا کوئی واقعہ پیش آیا تو پاکستان دوبارہ اُسی پوزیشن میں آ جائے گا۔“

پاکستان کے خلاف وہ فردِ جرم جو بھارت، افغانستان اور امریکہ نے دائر نہ کی وہ پرویز مشرف نامی شخص نے عائد کر دی ہے۔ اس کا محاسبہ اور مواخذہ کرنے والے سست رکھتے ہوئے بھی منافقت کا کاروبار کر رہے ہیں اور وہ ایڑیاں اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہا ہے کہ کدھر سے کوئی بمبار طیارہ گرجتا ہوا پاکستان کی فضاؤں میں داخل ہوتا اور کس طرف سے کوئی لشکرِ جرار ہماری سرحدوں کو روندتا ہوا اندر گھس آتا ہے۔ ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔ پاکستانی قوم اور اس کی مسلح افواج زندہ و بیدار ہیں لیکن میری سوئی کئی دنوں سے مسلسل اسی خیال پہ اٹکی ہوئی ہے کہ آریہ مہر رضا شاہ پہلوی کو تو اپنے تاج و تخت کے لئے کوئی حملہ آور میسر نہ آیا تھا، کیا مشرف اس معاملے میں بھی قسمت کا دھنی نکلے گا؟ اللہ نہ کرے! (بشکریہ روزنامہ ”نوائے وقت“)

ایڈیٹر کی ڈاک

مکرمی مدیر ندائے خلافت.........السلام علیکم!

ندائے خلافت شمارہ 5 تا 11 جون کے اداریہ میں اداریہ نگار نے لکھا ہے کہ ”پاکستان میں نظریہ پاکستان کی عملی تنفیذ ہر پاکستانی کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم نے یہ ذمہ داری محسوس نہ کی اور اس کی ادائیگی کے لیے عملی اقدام نہ کیے تو اس مشرف کے بعد کوئی بڑا مشرف آ سکتا ہے جو پاکستان کی تباہی و بربادی کی تکمیل کر دے گا“۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ ہمارے بے حمیت حکمرانوں کے سبب پاکستان ابتدا ہی سے مشکلات کا شکار چلا آ رہا ہے۔ مفاد پرستانہ سیاست کی بنا پر اسے ایک آزاد و خود مختار ملک کی حیثیت کبھی حاصل ہی نہیں ہوئی۔ رہی سہی کسر 9/11 نے پوری کر دی اور اب جو گرانی اور اشیاء صرف کی نایابی کا حال ہے وہ بھی تباہی و بربادی سے کم نہیں۔ ”پاکستان میں نظریہ پاکستان کی عملی تنفیذ“ بھی ایک مبہم تصور ہے، بلکہ بات یوں کہنی چاہیے کہ پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظامِ خلافت نافذ کیا جائے، نیز یہ کہنا بھی محلِ نظر ہے کہ ہر شخص اپنی اصلاح پر کاربند ہو جائے تو ایک صالح معاشرہ وجود میں آ جائے گا بلکہ اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگ ایک قیادت کے تحت منظم ہو کر ایک مضبوط قوت بنیں اور میدان میں آ کر مروجہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں تا کہ اس مملکتِ خداداد پاکستان کو جسے آئین میں اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار دیا گیا ہے، حقیقی معنوں میں ایک اسلامی، جمہوری، فلاحی ریاست بنایا جا سکے، جو پوری دنیا کے لیے روشن مثال ہو۔ (مرسلہ: ابن صالح، لاہور)

☆☆☆☆

محترم نائب مدیر ہفت روزہ ندائے خلافت، لاہور.........السلام علیکم!

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ شمارہ 25 میں ”اظہار خیال“ کے زیر عنوان آپ کا مضمون ”امریکی حملہ اور پاکستانی وزیرِ دفاع“ پڑھا۔

حیرانی ہے کہ موجودہ حکومت کا وزیرِ دفاع حقائق سے اس قدر لاعلم اور بزدل ہے۔ اُسے نہ تو پاکستانی عسکری تاریخ کا علم ہے اور نہ ہی جراتِ اظہار کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس سے تو بہتر ہوتا کہ فتوپورہ کے موچی کو یہ عہدہ دے دیا جاتا۔ میرے علم کے مطابق پاکستان کی تاریخ یہ کہتی ہے کہ 1959ء میں پاکستان کے ایک بہادر سپوت فلائٹ لیفٹیننٹ محمد یونس نے ویت نام کی جنگ میں مار کھائے ہوئے رد کردہ (rejected) سیبر فائٹر سے 45 ہزار فٹ کی بلندی پر اُڑتے ہوئے ہندوستان کے ایک جدید برطانوی ساختہ طیارے کینبرا کو مری کی پہاڑیوں پر مار گرایا تھا، اور اس آپریشن کی ہدایات لاہور شیخوپورہ روڈ پر ایک موبائل ریڈار سے، جو 1947ء میں پاکستان کے حصہ میں آیا تھا، مل رہی تھیں۔ اور ہمارے وزیرِ دفاع 2008ء میں فرما رہے ہیں کہ ان کے پاس 30 ہزار فٹ کی بلندی پر اُڑتے ہوئے جہاز کا پتہ چلانے اور اسے روکنے کی صلاحیت نہیں ہے (وائے رے ہماری بدنصیبی!)

رنگِ گل کا سلیقہ ہے نہ بہاروں کا شعور ہائے کن ہاتھوں میں ”تقدیسِ وطن“ سونپی ہے

کیا وزیرِ دفاع یہ بتانا پسند کریں گے کہ کھربوں روپے کے میزائل جو غریب عوام کے خون پسینہ کی کمائی سے بنائے گئے ہیں وہ کس لیے ہیں؟ مگر اس بیچارے کو کیا علم ہوگا کہ میزائل کیا ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت نے تو ریوڑیاں بانٹنی تھیں، اور وہ اپنوں میں بانٹ دیں۔ انہیں بہادر، غیور اور عسکری ٹیکنالوجی جاننے والے اہل شخص کی کیا ضرورت ہے؟ خانہ پُری ہی تو کرنی ہے چاہے فتوپورے کا موچی ہی کیوں نہ ہو۔ (مرسلہ: سید افتخار احمد)

ایران پر منڈلاتے جنگ کے سائے

اخباری اطلاعات کے مطابق پچھلے ماہ اسرائیلی فضائیہ نے وسیع پیمانے پر جنگی مشقیں کی ہیں جن میں سو سے زائد ایف سولہ اور ایف پندرہ لڑاکا طیاروں نے حصہ لیا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ مشقیں اس امر کا ثبوت ہیں کہ اسرائیل ایران کی ایٹمی تنصیبات پر بڑا حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اُدھر ایرانی حکومت نے اسرائیل کو خبردار کیا ہے کہ اگر اس نے اُسے میلی نظر سے دیکھا، تو اس کو دندان شکن جواب دیا جائے گا۔

دریں اثنا بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے سربراہ محمد البرادعی نے بھی اسرائیل اور اس کے پشت پناہ، امریکا کو متنبہ کیا ہے کہ اگر ایران پر حملہ ہوا، تو پورا خطہ آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آجائے گا۔ روسی وزیر خارجہ کا بیان بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ دونوں رہنماؤں کا کہنا ہے، اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ ایرانی ایٹم بم بنا رہے ہیں۔

امریکی اور انسانی حقوق

یورپی، امریکی اور دیگر مغربی اس امر پر فخر کرتے ہیں کہ وہ بڑے روشن خیال اور انسانی حقوق کا خیال رکھنے والے ہیں۔ لیکن آئے روز مغرب میں ایسے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں جو ان کی اصلی ذہنیت اور دل میں چھپا عناد ظاہر کر جاتے ہیں۔

پچھلے دنوں ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی امیدوار بارک اوباما ڈیٹروٹ شہر گئے، تو وہاں ان کا استقبال کرنے 20 ہزار مرد و زن موجود تھے۔ ان میں مسلمان مرد و خواتین بھی شامل تھے۔ جب ایک موقع پر شہریوں نے اوباما کے ساتھ تصویر کھنچوانی چاہی، تو ایک رضا کار نے حجاب پہنے ہوئے دو مسلم لڑکیوں کو وہاں سے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ موصوف نے لڑکیوں کو بتایا کہ آج کل سیاسی صورت حال مخدوش ہے اور امریکا میں مسلمانوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، لہٰذا بہتر ہے، وہ اوباما کے ساتھ نظر نہ آئیں۔

گو بعد ازاں اوباما نے دونوں مسلم لڑکیوں سے معذرت کر لی مگر یہ واقعہ اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں امریکیوں کے ''مائنڈ سیٹ'' یا عام ذہنی رویے کا نمائندہ ہے۔ بیشتر امریکی بظاہر اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں لیکن ان کی خواہش یہی ہے کہ یہ امریکا سے نکل جائیں۔

ایران میں بھی لوڈشیڈنگ

ڈیموں میں پانی کی کمی اور قحط کے باعث ایرانی حکومت بھی بجلی لوڈشیڈنگ کرنے پر مجبور ہو گئی ہے۔ ایک کروڑ بارہ لاکھ آبادی والے دارالحکومت تہران میں اس وقت روزانہ چار گھنٹے کی لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے۔ ایران میں بجلی کی کھپت 37 ہزار میگاواٹ ہے جبکہ پیدا 35 ہزار میگاواٹ ہو رہی ہے۔ ایرانی حکومت نے حکومت پاکستان کے مانند شہریوں سے اپیل کی ہے کہ وہ کم سے کم بجلی استعمال کریں۔

افغانستان: نیٹو کا نیا دعویٰ

پچھلے دنوں قندھار جیل توڑ کر کئی طالبان رہا ہو گئے تھے۔ جواباً افغان اور نیٹو فوج نے طالبان کے خلاف ایک بڑے آپریشن کا آغاز کر دیا جس میں ہزار سے زائد فوجیوں نے حصہ لیا۔ اس آپریشن کے اختتام پر نیٹو نے دعویٰ کیا ہے کہ اب قندھار طالبان سے پاک ہو چکا ہے۔ تاہم طالبان کے ترجمان نے اس بات کی تردید کی ہے۔

جنگی ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ رفتہ رفتہ عراق کے بجائے افغانستان میں جنگ شدت پکڑ رہی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ حالیہ چند ہفتوں میں طالبان مجاہدین نے نیٹو اور امریکی فوج پر کئی کاری وار کیے ہیں۔

ہندو دہشت گردی کہاں ہے؟

انتہا پسند ہندو جماعت شیوسینا کے ترجمان اخبار سامانا میں شائع ہونے والے ایک اداریے نے بھارت میں خاصی ہلچل مچا رکھی ہے۔ اسی اداریے میں ساماناکے مدیر نے لکھا ہے ''بھارت میں اسلامی دہشت گردی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہندو دہشت گردی بھی سامنے آنی چاہیے۔'' موصوف نے ہندوؤں پر زور دیا کہ وہ بھی خصوصی خودکش اسکواڈ تشکیل دیں تاکہ ہندو معاشرے کو بچایا جا سکے۔

اس اداریے پر کانگریس، انسانی حقوق کی تنظیمیں اور مسلم جماعتیں چراغ پا ہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ شیوسینا کے سربراہ بال ٹھاکرے کو گرفتار کیا جائے کیونکہ اداریہ اسی کی ایما پر لکھا گیا ہے۔

تاریخی امریکی مسجد کو نقصان

امریکی ریاست آئیوا میں حالیہ سیلابوں نے علاقہ سیڈر ریپڈز میں موجود ایک تاریخی مسجد کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ مسجد میں محفوظ کئی قدیم دستاویزات اور تصاویر ضائع ہو گئیں۔ یہ مسجد ''امریکا کی ام المساجد'' کہلاتی ہے۔ اسے 1934ء میں لبنان سے آنے والے مسلم مہاجرین نے تعمیر کیا تھا۔

یاد رہے، سیڈر ریپڈز امریکا کے ان چند علاقوں میں سے ایک ہے جہاں انیسویں صدی کے وسط میں مسلمان آباد ہونا شروع ہوئے تھے۔ 1952ء میں شمالی امریکا کے مسلمانوں نے پہلا اسلامی کونشن یہیں منعقد کیا تھا۔ اس کے بطن سے پھر فیڈریشن آف اسلامک ایسوسی ایشنز ان دی یونائیٹڈ اسٹیٹس اینڈ کینیڈا نے جنم لیا۔

شام ایٹم بم نہیں بنا سکتا

بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی کے ڈائریکٹر جنرل محمد البرادعی نے العربیہ ٹیلی ویژن کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ شامی حکومت کے پاس تجربہ کار ایٹمی ماہرین نہیں اور نہ ہی ایٹمی ایندھن موجود ہے کہ وہ وسیع پیمانے پر ایٹمی ری ایکٹر بنا کر چلا سکے۔ انہوں نے بتایا کہ ایجنسی کے پاس ایسے کوئی ثبوت نہیں جن سے ثابت ہو، شامی ایٹمی ری ایکٹر تعمیر کر رہے ہیں۔

یاد رہے، امریکی حکومت کے مطابق شامی حکومت نے شمالی کوریا کے تعاون سے خفیہ طور پر ایٹمی ری ایکٹر تیار کر لیا تھا مگر پچھلے سال ستمبر میں اسرائیلی طیاروں نے اُسے تباہ کر دیا۔

سعودیہ پیداوار بڑھائے گا

پچھلے دنوں اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کی مون نے سعودی عرب کا خصوصی دورہ کیا۔ اس دورے کا مقصد سعودی عرب سے یہ درخواست کرنا تھا کہ وہ پٹرول کی پیداوار بڑھا دے۔ بان کی مون کے مطابق سعودی حکومت نے بھی تسلیم کیا کہ پٹرول کی قیمت 140 ڈالر فی بیرل غیر معمولی حد تک زیادہ ہے۔ سعودی حکومت نے اگلے ماہ سے مزید دو لاکھ بیرل پٹرول نکالنے کا عندیہ دیا ہے تاکہ اس سیاہ سونے کی قیمت کم یا کم از کم ٹھہر سکے۔

کوسوو کا نیا آئین نافذ

پچھلے اتوار کو نئے یورپی مسلمان ملک کوسوو کا آئین نافذ ہو گیا۔ اس یادگار موقع پر کوسوو کے صدر نے چند قوانین پر دستخط کیے۔ اب کوسوو صحیح معنوں میں آزاد ہوا ہے، کیونکہ اُسے کئی معاملات میں اقوام متحدہ سے رہنمائی لینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تاہم دیکھنا یہ ہے کہ شمالی کوسوو میں آباد سربیائی باشندے اب کیا لائحہ عمل طے کرتے ہیں۔ انہوں نے آزاد کوسوو کو تسلیم کرنے سے انکار کر رکھا ہے۔

دولت کا جنون تباہ کن ہے

انتخاب: فرید اللہ مروت

رسول اللہ ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح ؓ کو جزیہ وصول کرنے کے لیے بحرین بھیجا۔ وہ جب بحرین سے (ایک لاکھ اسی ہزار درہم جزیہ کا) مال لے کر آئے اور انصارؓ کو ان کے آنے کا علم ہوا تو انہوں نے (اپنے اپنے قبیلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی بجائے) صبح کی نماز نبی اکرم ﷺ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) ادا کی۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی وہ آنحضرت ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے۔ آپؐ انہیں دیکھ کر مسکرائے پھر فرمایا: میرا گمان ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہؓ کچھ مال لے کر آئے ہیں۔ وہ بولے: ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ ''خوش ہو جاؤ اور امید رکھو کہ تمہاری خوشی اور مسرت کا دور آنے والا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں ہے کہ تم مفلس ہو جاؤ گے میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دولت دنیا تم پر کشادہ ہو جائے گی، جیسا کہ تم سے پہلے امتوں پر کشادہ ہوئی تھی اور ان ہی کی طرح تمہیں مال دولت کی طرف رغبت ہو گی اور اس کے حصول کے لئے تم ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرو گے اور یہ دنیا کی فراوانی' وسعت اور اس کی طرف بے انتہا رغبت تمہیں تباہ کر کے رکھ دے گی، جیسا کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو بربادی اور ہلاکت کے غار میں دھکیل دیا تھا''۔ (متفق علیہ)

مطلب یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے زوال کا سبب ''دنیا پرستی'' تھا۔ آپؐ نے اپنی امت کو متنبہ فرمایا ہے کہ کہیں یہ خوفناک بیماری تمہیں اپنے مقاصد سے دور نہ کر دے۔ پس مال و دولت کی محبت اور عیاشی و تن آسانی کے فتنہ سے پرہیز کرو۔ ورنہ تم اپنے اصل مقصد کو بھول جاؤ گے، اپنے رب کو بھول جاؤ گے اور غفلت کے تاریک گڑھوں میں دھکے کھاتے پھرو گے اور دنیا کا عشق تمہاری ہلاکت اور تباہی کا باعث بن جائے گا۔ مال و دولت کی بہتات کا انجام عموماً برا ہوتا ہے۔ صاحب جائیداد آدمی کو اس کے شر اور فتنہ سے چوکنا رہنا چاہیے اور اس کے خطرناک نتائج سے بچ کر رہنا چاہیے۔

آیئے! قرآن مجید سے نصیحت لیں

ڈاکٹر عبد السمیع کی زیر نگرانی انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے زیر اہتمام

کم از کم انٹرمیڈیٹ پاس نوجوانوں کے لیے

9 جولائی تا 22 جولائی 2008

بمقام: **قرآن اکیڈمی فیصل آباد**

(قرآن اکیڈمی روڈ سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد)

TOWARDS UNDERSTANDING OF THE QUR'AN

کے عنوان سے کل وقتی ورکشاپ

-----سلیبس-----

- ☆ تجوید
- ☆ تعارف عربی زبان
- ☆ قرآن مجید کے منتخب مقامات کا درس
- ☆ منتخب احادیث کا درس
- ☆ دین کے بنیادی تصورات
- ☆ دینی دلچسپی کے دیگر موضوعات

قیام و طعام انجمن کے ذمے ہوگا — عطیات قبول کیے جائیں گے

برائے رابطہ: 0321 866 73 96, 0321 66 7 66 95, 0322 62 87 590, 0321 77 61 916

دعائے مغفرت کی اپیل

- حلقہ بالائی سندھ شہداد کوٹ کے نقیب اسرہ حافظ محمد افسر کی شریک حیات وفات پا گئیں
- امیر حلقہ سرحد شمالی محمد فہیم خان کی پھوپھی اور امیر مقامی تنظیم عمر گرہ شاکر اللہ صاحب کے چچا بقضائے الٰہی وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے

دعائے صحت کی اپیل

- ☆ معتمد حلقہ بالائی سندھ کے ماموں زاد کی اہلیہ عارضہ کینسر میں مبتلا ہے
- ☆ تنظیم اسلامی کراچی، جنوبی کے نقیب شاہد حفیظ اور اولڈ سٹی کے معتمد محمد رضوان کے والد علیل ہیں

اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے

17 Regd. No. LRL -50 No. 26

kly **Nida-e-Khilafat** Lahore

Jews are a danger to the United States of America

RIGINAL OF THIS COPY IS IN THE FRANKLIN INSTITUTE, PHILADELPHIA
(155 years ago)

RPT FROM THE JOURNAL OF CHARLES PICKNEY, OF SOUTH CAROLINA, OF ROCEEDINGS OF CONSTITUTIONAL CONVENTION OF 1789, REGARDING THE EMENT OF BENJAMIN FRANKLIN AT THE CONVENTION, CONCERNING SH IMMIGRATION.

There is great danger for the United States of America.
This great danger is the Jew. Gentlemen, in whichever land the Jews have settled, they have repressed the moral level and lowered the degree of commercial honesty. They have remained apart unassimilated-oppressed. They attempt to strangle the nation financially, as in the case of Portugal and Spain.

For more than seventeen Hundred (1700) years they have lamented their sorrowful fate, namely, that they have been driven out of their Motherland: but, Gentlemen, if the civilized world of today should give them back Palestine and their property, they would immediately find pressing reasons for not returning there. Why? Because they are vampires, and vampires cannot live among them selves. They must live among Christians and others, who do not belong to their race.

If they are not excluded from the United States by the Constitution within less than one hundred years, they will stream into this country in such numbers that they will rule and destroy us and change our form of Government for which we Americans shed our blood and sacrificed our life, property and personal freedom. If the Jews are not excluded within two hundred years, our children will be working in the fields to feed the Jews, while they remain in the counting house, gleefully rubbing their hands.

I warn you Gentlemen: If you do not exclude the Jews forever, your children and your children's children will curse you in your grave. Their ideas are not those of Americans even when they have lived among us for ten generation. The leopard cannot change his spots. The Jews are a danger to this land, and if they are allowed to enter, they imperil our institutions.

They should be excluded by the Constitution.

TROUBLE WITH THE UNITED STATES OF AMERICA TODAY, IS TOO MUCH ISM.